

سروا

یار جم شانگ تمہارا بھی کوئی فائدہ نہیں"۔ فی الحال ایم نے برا سامنہ ہناتے ہوئے کہا۔

"اس میں کیا لٹک ہے"۔ جن کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب..... کس میں۔ کیا لٹک ہے"۔ فی الحال ایم نے چونک کر کہا۔

"اس میں کہ جم شانگ کا کوئی فائدہ نہیں..... فائدہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ میں جم شانگ نہیں جم پانگ ہوں"۔

"اوہ معاف کرنا۔ ایک تو ہم دونوں کے نام ایسے ہیں۔ عام طور پر الٹ پلت من سے نلتے ہیں۔ ہاں تو یار جم شش۔ میرا مطلب ہے جم جپ۔ ہاں اب تھیک ہے۔ جم پانگ۔ تمہارا بھی کوئی فائدہ نہیں"۔

"اس بات کا ثبوت۔ دعویٰ آپ نے کیا ہے تو ثبوت بھی ہونا چاہیے"۔

"تم جن میں پیدا ہوئے تھے"۔

"یہ کوئی ثبوت نہیں ہوا۔" - چمپاگ کی لہرائی آواز سنائی دی۔
"اوہو۔ بات پوری کرنے دو گے تو ثبوت سامنے آئے گا نا۔"
ٹی ایس ایم جھلا افغان۔

۱۳ چھی بات ہے۔ بات پوری کریں۔"

"تم چین میں پیدا ہوئے۔ تم نے وہاں رہتے ہوئے چینی
کھانے کھائے۔"

"اس میں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ میرا کوئی فائدہ
نہیں۔"

"وہ مت تیرے کی۔"

"یہ ظلم و نہ کریں۔ دیے میں محمود صاحب کو چتاوں گا۔"

"اوہ سوری۔ میں وہ مت تیرے کی واپس لیتا ہوں۔"

"واپس دے کون رہا ہے۔" - چمپاگ کی آواز میں نہیں شامل ہو
گئی۔

"اچھا بابا۔ پہلے ثبوت۔ تم نے چین میں رہتے ہوئے چینی
کھانے کھائے۔ یہ شار چینی کھانے کھائے۔ لیکن میں نے آج تک
چینی کھانا نہیں کھایا۔ لہذا میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ
تم سارا کوئی فائدہ نہیں۔ کم از کم ایک آدھ بار تو تم مجھے چینی کھانے
کھلادیتے۔"

"بلے۔ کیا بات یاد دلا دی۔" - چمپاگ کی حسرت زدہ آواز سنائی

دی۔۔۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔

"اڑے ہاں۔ بہت خوب۔ مرا آگیا۔"

"مجھے تو کہیں دکھائی نہیں دوا۔" - ٹی ایس ایم نے پھر برا سامنے
بنایا۔

"مرا نظر نہیں آیا کرتا۔ نالیں اپنی کار۔"

"گک۔۔۔ کار۔۔۔ اڑے ہاں۔ اسے تو میں بھول دی گیا۔ جس
وں سے خریدی ہے۔۔۔ چلا کر تو دیکھی دی نہیں۔" - ٹی ایس ایم نے
گھبرا لی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن اس میں گھرانے کی کیا بات ہے؟"

"جانا کہاں ہے۔"

"چین۔۔۔ اور کہاں جائیں گے۔۔۔ آپ ہی نے تو کہا ہے۔۔۔ چینی
کھانے کھانے ہیں۔"

"اڑے تو کیا اس کے لئے چین جانا ضروری ہے۔۔۔ وہ بھی میری
اس کار میں۔۔۔ جسے میں نے ابھی تک چلا کر بھی نہیں دیکھا۔۔۔ کار کا
سابقہ مالک بس اسے گیراج تک لے آیا تھا اور میں نے قیمت ادا کروی
تھی۔۔۔ لیکن یا۔۔۔ وہ چلنے پھرنے کے قاتل نہیں ہے۔" - ٹی ایس ایم
نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"تب پھر خریدنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے۔ کہ ٹی ایس ایم کے پاس کار

ہے۔

"اوہ..... لیکن لوگوں کو یہ بات معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"آج کل اس دنیا میں آسمانی سے جینے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ دوسرے ہمارے بارے میں یہ خیال کریں کہ اس کے پاس یہ ہے۔ وہ ہے۔ بلا امیر ہے۔ اس کے بڑے غافلہ ہیں۔"

"یہ باقی میری سمجھ سے باہر ہیں۔ اگر چینی کھانے کھانا چاہتے ہیں تو ہم کار میں چلیں گے۔ اس لئے کہ میں نے آج تک کار کی سیر نہیں کی۔ آپ نے اگر چینی کھانے آج تک نہیں کھائے تو کیا ہوا۔"

"لیکن یار چم پاگ۔"

"تم نہیں۔ چم۔" اس نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں۔ یار چم پاگ۔ تمیں کار میں سفر کرنے کی کیا ضرورت۔ تم تو اڑ سکتے ہو۔ کار سے بھی زیادہ رفتار سے۔"

"لیکن۔ اڑنے کے لیے طاقت تو نکلنی پڑتی ہے۔۔۔ جب کہ کار میں بیٹھنے ہوئے شخص کو طاقت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔ وہ آرام سے بیٹھا رہتا ہے۔"

"اچھا بایا۔۔۔ میں نکال لیتا ہوں کار۔۔۔ لیکن تم مجھے لے جاؤ گے کمال؟"

"آپ کو آم کھانے سے غرض ہے یا پہنچنے سے۔"

"ہائی۔۔۔ یار چم چم بھی کچھ پاگ۔۔۔ تم تو بہت پاخاورہ اردو بولنے لگے ہو۔"

"اور یہ آپ نے میرا نام لیا ہے۔"

"مرکب چم کا نام لے دیا ہے۔ جو سمجھ ہو۔ سمجھ لیں۔ میں نے وہی نام لیا ہے۔۔۔ فی المیں ایم مکرایا۔"

"اور میں پاخاورہ اردو کیوں نہ بولوں۔۔۔ آخر محمود، فاروق اور فرزانہ وغیرہ کے ساتھ ایک بہت بڑی جم میں شرکت کر چکا ہوں اور ایک عدد کام بھی دکھا چکا ہوں۔"

"اوہ ہاں۔۔۔ اس میں کوئی بحث نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"تو پھر چلیں۔۔۔ نکالیں اپنی کار۔"

دو تون گھر سے باہر نکلے۔ وائس طرف اس میں گیراج بھی تھا۔۔۔ اور مدت سے خالی پڑا تھا۔۔۔ میں اس گیراج کو پر کرنے کے لئے ہی فی المیں ایم نے ایک کباڑیے سے اس کار کا سورا کر لیا تھا۔۔۔ سورا کچھ اس طرح ملے ہوا تھا۔

"آپ۔۔۔ آپ تو سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" کباڑیے نے کہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔"

"آپ یہ کار خرید کرنا بھی کاشیوں کیوں دینا چاہتے ہیں۔"

"بھی آخر بات کیا ہے۔۔۔ یہ بھی تو بتائیے نا۔" فی المیں ایم نے

بجلا کر کما۔

"یہ صرف نام کی کار ہے.... یہ تو میرے کام کی نہیں.... میں جو اس شرکاپ سے بڑا اور مب سے مشور کیا تھا ہوں۔"

"اگر یہ آپ کے کام کی بھی نہیں تو پھر آپ نے کیوں خریدی تھی؟"

"یہ میری بے وقوفی تھی.... ایک بہت زیادہ چالاک بلکہ بہت زیادہ سے بھی دو ہاتھ آگے چالاک آؤی یہ مجھے فروخت کر گیا تھا۔ اس نے کچھ ایسی چکنی چپڑی باشیں کیں کہ میں کار خریدنے پر مجبور ہو گیا۔ میں میرا یہ اصول نہیں.... میں دوسروں کو دھوکا دنا پسند نہیں کرتا۔ میں جھوٹ بول کر اس کار کی تعریف کر کے ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔ یہ کسی کام کی نہیں۔ بس اسے تو صرف گیراج میں کمرا کیا جاسکتا ہے۔"

"بہت خوب! مزا آگیا۔" فی الحال ایم نے خوش ہو کر کمال۔

"اس میں مزا کمال سے آگیا۔"

"میں ایسی ہی ایک کار چاہتا ہوں۔ جو گیراج میں کھڑی رہے۔"

"تب شوق سے لے جائیں۔ صرف پانچ ہزار روپے دین اس کے۔"

"کیا کہ رہے ہیں آپ.... کار کے پانچ ہزار۔"

"اگر زواہ لگتے ہیں تو ہزار روپے ہزار کم دے دیں۔" کہا شیئے نے
مشہ بنا کر کمال۔

"کیا کمال۔ ہزار روپے ہزار کم دے دوں۔"

"آپ پانچ ہزار کے سووے میں میں آپ کو لاکھ روپے لاکھ تو
چھوٹنے سے رہا۔"

"آپ۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں میری ایک درخواست
ہے۔"

"اور وہ کیا؟" کہا شیئے نے فوراً کمال۔

"یہ کہ آپ مجھ سے اس کے دس ہزار روپے لیں۔"
"کیا کمال۔ دس ہزار روپے لیں۔ آپ بھی کوئی ہیں۔ میں تو
خیر ہوں گی۔ میں جس چیز کے میں پانچ ہزار مالک رہا ہوں۔ آپ
اس کے دس ہزار روپے لیا چاہتے ہیں۔"

"بھی اگر کسی نے پوچھ لیا۔ یہ کار کہتے میں خریدی۔ تو میں
کیا تھاں گا۔ یہ کہ پانچ ہزار میں۔ کیوں آپ میری بے عزتی کرنے
پڑتے ہیں۔ آپ کا احسان ہو گا کہ دس ہزار روپے لیں۔"

"لوہو۔ تو آپ کہ دوا کریں۔ دس بلکہ میں ہزار کی خریدی
ہے۔"

"یہ تو مشکل ہے۔"

"اب اس میں بھی مشکل پیش آگئی۔ پڑے صاحب ہتائیے۔"

اس میں کیا مشکل ہے۔“

”میرا واطھ میرا مطلب ہے۔ میرا تعلق آج کل کچھ ایسے طرف تو مڑے گی دامن طرف۔“
لوگوں سے ہے۔ جو بحوث نہیں بولتے۔ ان کی صحبت میں میں نے
بھی بحوث نہ بولنے کا عمد کیا ہے اپنے آپ سے۔“

”اوہ۔۔۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔ میں اس کار کے دس ہزار
وٹوں گا۔۔۔ تاکہ یہ دامن مڑے۔“

”اچھا خیو۔۔۔ میں پانچ ہزار میں ہی لے لیتا ہوں۔۔۔ کسی کو اس کی
قیمت نہیں بتاؤں گا۔۔۔ اگر آپ یہ بات بھول گئے۔۔۔ یہ ذرا سوچ لیں
کھانے سے غرض ہے یا پڑھنے سے۔“

”آپ یہی کئے گا۔۔۔ لیکن ایک کام ہرگز نہ کیجئے گا۔۔۔ اور وہ یہ کوشش کروں گا کہ نہ بھولوں۔“
کہ اس کار کو چلانے کی کوشش ہرگز نہ کیجئے گا۔۔۔

”آپ فخر نہ کریں۔۔۔ چلانے کے لیے تو لے بھی نہیں رہا۔۔۔
ویسے آپس کی بات ہے۔۔۔ کیا یہ بالکل نہیں چلتی ہے۔“

”یہ کس نے کہ دیا آپ سے۔۔۔ کبائیے نے براسانہ بنا�ا۔
”میرا خیال ہے۔۔۔ ابھی تک تو کسی نے بھی نہیں کیا۔۔۔“ فی الحال
ایم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ چلتی ہے۔۔۔ لیکن ذرا بیجب انداز میں۔۔۔ ایک تو اس قدر
بیجب آوازیں نکالتی ہے۔۔۔ کہ معلوم ہو گا۔۔۔ کار میں کوئی جن گھس آیا
ہے۔۔۔ جو بیجب وغیرہ آوازیں من سے نکال رہا ہے۔۔۔ وہ سرے یہ

کہ آپ اسے موڑنا چاہیں گے۔۔۔ دامن طرف تو مڑے گی دامن
”میرا واطھ میرا مطلب ہے۔۔۔ موڑنا چاہیں گے دامن طرف تو مڑے گی دامن طرف۔“

”اس کا حل تو خیر میرے پاس ہے۔۔۔“ فی الحال میں سکرا یا۔
”کیا مطلب؟“ کیا زیادا چونک اٹھا۔

”مطلوب یہ کہ میں جب دامن طرف موڑنا چاہوں گا۔۔۔ تو دامن
وٹوں گا۔۔۔ تاکہ یہ دامن مڑے۔“

”اوہ۔۔۔ اور اگر آپ یہ بات بھول گئے۔۔۔ یہ ذرا سوچ لیں
کیتے نہیں بتاؤں گا۔۔۔ اگر کوئی پوچھے گا تو کہ دوں گا کہ آپ کو آم پلے۔“

”ارے یاپ رے۔۔۔ یہ ضرور خطرناک بات ہو گی۔۔۔ خیر میں
کوشش کروں گا۔۔۔ اور وہ یہ کوشش کی جا سکتی ہے۔۔۔“ کبائیے کے لئے میں حیرت

چھی۔

”یہ تو کوشش کر کے دیکھنے پر پہاڑے چلے گا۔“

”اچھا آپ اسے لے جائیں۔۔۔ میرا دلخند چاٹن۔۔۔ بلکہ آپ
کیسے لے جائیں گے۔۔۔ یہ تو مجھے خود آپ تک پہنچانا پڑے گی۔۔۔ ایک
بار آپ کے گھر بیٹھ جائے۔۔۔ پھر آپ جائیں۔۔۔ آپ کا کام جانے۔“

اس نے جان پھڑانے کے انداز میں کہا۔
”چھپی بات ہے۔۔۔ یہ لجھے پانچ ہزار۔“
اور اس طرح فی الحال اس کار کا ماںک بنا تھا۔۔۔ اور اب تم

پانگ صاحب ضد کر رہے تھے کہ جائیں گے تو اسی کار پر کار میں بارت ہو گئی۔ سارث ہونے کے ساتھ ہی اس میں بے واقعی بجیب دکنی لیں ایم نے اس کو سارث کرنے کی کوشش کی۔ اس درجہ تک جاتی حرم کی آوازیں نہ لئے گئیں۔ اسے یاد آیا کہ اس میں پڑول کمال۔ کیا زیما تو ایک کار کے سارے کر کے پاندھ کرائے یہاں تک لاایا تھا۔

”یار چم پانگ۔ اس میں تو پڑول بھی نہیں ہے۔۔۔ پلے تو پڑل۔“ اسی کو جن بحوث اور پیاس لیکی آوازیں نکلتے لانا ہو گا۔ تم بھاگ کر ذرا پڑول کا ایک گھیلن لے آؤ۔“ لیں لیں ایم نے جوان ہو کر کہا۔ ”مم۔۔۔ میں اور بھاگ کر گھیلن لے آؤ۔۔۔ افسوس۔۔۔“ تریب قریب لیکی ہی آوازیں ہوتی ہیں۔ یعنی جب کو بھکٹ بھاگتے نہیں۔۔۔ از کتے ہیں۔۔۔ چل کتے ہیں۔“ اس ت۔۔۔ ”اچھا تو اڑ کر لے آؤ۔“

”پیسوں سے لے کر آؤں یا بغیر پیسوں کے۔“ ”نہیں بھی۔۔۔ پیسے لے کر جائے۔۔۔ یہ بات بڑی ہے۔۔۔ کسی روزنا ہوتی ہے تو سلیریک کو باسیں گھمنا پڑتا ہے۔۔۔ اور جب باسیں روزنا ہوتی ہے تو داسیں گھمنا پڑتا ہے۔۔۔ جب تک یہ بات بھگتے یاد ہو جائے۔۔۔“ اس وقت تک تو تھیک ہے۔۔۔ لیکن اگر میں بھول گیا۔۔۔ تو پھر چم پانگ پیسے لے کر ایک پڑول پپ تک گیا۔۔۔ اب اس۔۔۔“ شریج چم پانگ آپ سورج لیں کیا ہو گا۔“

سوچا۔۔۔ اگر پڑول پپ کے ملازم سے بات کی تودہ ڈر جائے گا۔۔۔“ ”مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ کیونکہ دو کاروں کے لگرانے اس نے پڑول کا ایک گھیلن انھیا اور اس کی جگہ قیمت رکھ کر اڑ۔۔۔“ میرا بچھے نہیں گھوکے گا۔۔۔ آخر کو میں ایک جن ہوں۔“ لگا۔۔۔ ایسے میں ملازم کی نظر اس طرف پڑی۔۔۔ اسے حیرت ہوتی۔۔۔“ ”اوہ ہاں! یہ بات بھی ہر بار بھول جاتا ہوں۔۔۔ خیر۔۔۔ لیکن میرا کر اس جگہ پہنچا۔۔۔ جہاں سے گھیلن غائب تھا۔۔۔ دہاں گھیلن کی قیمت دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔“ دیری اس بجوبہ گازی کا تو بگز جائے گا کچھ۔“ اس نے جل کر کہا۔“ لیکن اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔ مجھے تو یہ بتائیں۔“ اور چم پانگ گھر پہنچا۔۔۔ گازی میں تمل ڈالا گیا۔۔۔ اس طرح کا

دن بنا سیں گے۔

”یہ ٹھیک رہے گا۔“

تین ایم نے گاڑی لئی ہوم کے سامنے کار پارک میں کھڑی کی
اور دو توں اندر داخل ہو گئے۔ ایک کوتے والی میز پر بیٹھنے کے بعد انی
ایس ایم نے کہا۔

”یار جم پانگ۔“ میں ذرا ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔ اتنے میں تم
آرڈر دے ڈالو۔“

”میں آرڈر دوں گا تو یہاں کھلبلی مجھ جائے گی۔ کہ کون بول رہا
ہے۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ میں ابھی آکر آرڈر دھا ہوں۔“

”یہ کہ کرنٹی ایس ایم واش میں کی طرف چلا گیا۔ اچاک
اسے زور سے چکر آیا۔ اور پھر اسے کسی نے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔
بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے کسی کو کہتے تھا۔

”لے چلو اسے۔“

○☆○

”خیر۔ ویکھا جائے گا۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ بات
بھواں۔ اور ہاں جانا کہاں ہے۔“

”سید گھی یہ بات ہے۔ چاہیز لئی ہوم جائیں گے۔“

”دھت تھبے کی۔“ تین ایم نے پر اسامد بنا دیا۔

”کیوں۔ اب کیا ہوا۔ پھر محمود صاحب یاد آگئے۔“

”میں۔ چاہیز میں تو میں خود جا کر کھانا کھا لیتا۔ میں
چینیوں کے ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے کھانا چاہتا ہوں۔“

”اس کے لیے ہمیں جن جانا ہو گا۔ اور جن کا سفر۔ ۱
گاڑی پر قطے ہونے سے رہا۔“ چمپانگ نے جل بھن کر کہا۔

”تب پھر کیا کریں؟“

”ایک عی طرائقہ ہے۔ میری کمرپ سوار ہو جائیں۔ میں آم
کو جنین لے چلتا ہوں۔“

”مگر۔ گاڑی سیت؟“ تین ایم بوكھلا اٹھا۔

”یوں سوار ہونے کو آپ گاڑی سیت ہو سکتے ہیں۔ لیکن:
اس گاڑی کو جنین لے جا کر کیا کریں گے۔“

”پھر وہی آپ۔ بھائی میرے محمود، فاروق اور فرزاد کی طر
یم کہا کرو۔“

”اچھا خوب۔ یونہی سی۔ اب کیا پروگرام ہے۔“

”تین الحال چاہیز لئی ہوم ہی چلتے ہیں۔ جن کا پروگرام پھر کر

یہ کیا ہے؟

"آج نہ جانے کیا بات ہے۔ میرے کالوں میں خطرے کی
گھنیشاں نج رہی ہیں۔" فاروق نے پریشان آواز میں کہا۔
"اس کا سیدھا سادا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے کالوں کا علاج
کراؤ۔" فرزانہ نے برا سامنہ بنا�ا۔

"بلکہ میری تو دائیں آنکھ بھی پھر لگ رہی ہے۔"

"اس کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم باسیں آنکھ بھی پھر کانا شروع کر
دو۔" محمود بولا۔

"تم دونوں میری بات کو سمجھیگی سے لے ہی نہیں سکتے۔ جب
کہ مج یہ ہے کہ میں اس وقت سو فیصد سنجیدہ ہوں۔" فاروق نے
جلدی جلدی کہا۔

"اوے بھائی۔ یہ سب پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ نہ دائیں
آنکھ پھر کنے سے کچھ ہوتا ہے۔۔۔ نہ باسیں کے پھر کئے سے۔"
"چلو نہیں ہوتا ہو گا۔۔۔ اور میرے کالوں میں جو گھنیشاں نج رہی
ہیں۔"

"کالوں میں کوئی خرابی ہو گی۔"

"نہیں؟" میرے کان بالکل صحیح ہیں۔"

"بھائی تم کالوں کے ڈاکٹر نہیں ہو۔" محمود سکرایا۔

"اچھا خیر۔۔۔ پھر وہ اس بات کو۔۔۔ نہیں یقین کرتا۔۔۔ نہ کر۔۔۔
جب سر پر پڑے گی۔۔۔ اس وقت میری بات یاد کر لینا۔"

"آخر تم کتنا کیا چاہتے ہو؟"

"میری چھٹی حس نجھے پریشان کر رہی ہے۔۔۔ کچھ نہ کچھ ہونے
 والا ہے۔"

"لیکن ہم کچھ نہ کچھ ہونے سے ڈر لے کب سے لگے۔"

"کبھی نہیں ڈرتے۔۔۔ لیکن آج نہ جانے کیا بات ہے کہ میں
خوف محسوس کر رہا ہوں۔" اس نے واقعی خوف زدہ انداز میں کہا۔
اب تو دونوں بخوب اس کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔ پھر فرزانہ نے
کہا۔

"محمود۔۔۔ یہ تو واقعی سنجیدہ ہے۔"

"تب پھر ہمیں بھی سمجھیدے۔ بلکہ رنجیدہ ہو جانا چاہیے۔" محمود
نے فوراً کہا۔

"لیکن۔۔۔ کیا کریں۔۔۔ یہ بتاؤ گا۔"

"فوراً مقابلے کے لئے تیاری شروع کر دیتے ہیں۔"

"بالکل صحیح۔"

تینوں اچھل کر کھڑے ہو گئے... ایسے میں بیکم جشید پاروپندا
خانے سے نکلیں۔

”تم تینوں کا دماغ تو تمیں چل گیا۔ بیٹھے بھائے تیاری شروع
کر دی۔“

”بیٹھے بھائے کماں امی جان۔ ہم تو انھوں کھڑے ہوئے ہیں۔“

”آفر کس سے بچاؤ کی تیاری کرو گے۔“

”کسی نامعلوم خطرے سے۔“

”تم تینوں کا دماغ چل گیا ہے۔ آج تمارے اپا جان آئیں کے
تو میں ان سے کہوں گی۔ تمیں دماغ کے کسی ماہر کو دکھالا لائیں۔“ وہ
بولیں۔

”یہ... یعنی کہ یہ آپ کیا کہ رہی ہیں۔“ محمود پوکھلا اٹھا۔

”ٹھیک ہی تو کہ رہی ہوں۔ کوئی تک بھی ہے۔ بیٹھے
بھائے۔“

میں اس لمحے دروازے پر دستک ہوتی۔ دستک بہت ہی
بھوٹے انداز میں دی گئی تھی۔

”بیچھے میرا خیال درست ثابت ہو گیا۔ خطرہ سر پر آپنچا۔“
فاروق مسکر لیا۔

”حد ہو گئی۔ یہ کوئی ملا قاتی بھی تو ہو سکتا ہے۔“

”اوہو امی جان۔ ملا قاتی اتنے بھوٹے انداز میں تھمنی نہیں
کر سکتا۔“

بھایا کرتے۔“

”اچھا خیر۔ پلے تو یہ معلوم ہو جائے۔ دروازے پر کون
ہے۔“ بیکم جشید نے جھلا کر کہا۔
”میں دیکھتا ہوں۔ تم پوزشیں سنبھال لو۔“ محمود نے سرسری
آواز میں کہا۔

یہ کہ کروہ دروازے پر پہنچا۔ ایک نظر اس نے پیچھے ہر کر
دیکھا۔ فاروق اور فرزانہ اب نظر میں آ رہے تھے۔ البتہ بیکم جشید
پاروچی خانے میں داخل ہو رہی تھیں۔ اسی وقت انہوں نے بھی
پاروچی خانے کا دروازہ بند کر لیا۔ کویا وہ بھی سورچہ بند ہو چکی
تھیں۔“

”باہر کون ہے؟“ اس نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

”جج۔ جلدی۔ جلدی دروازہ کھویں۔“ باہر سے گھبرا لی ہوئی
آواز سنائی دی۔

محمود کو آواز جانی پہنچانی ہی گئی۔ لیکن شاید گھبراہٹ میں ہونے
کی وجہ سے آواز میں فرق آ گیا تھا۔ اس لیے وہ جان تھا کہ کس کی
ہے۔ تاہم اس نے دروازہ کھول دیا اور خود دروازے کے ساتھ پیچے
پہنچا دیوار سے جا لگا۔

”ارے۔ آپ کماں ہیں۔ دروازہ کس نے کھولا ہے۔“ باہر
سے حیرت زدہ آوازی سنائی دی۔

اب محمود دروازے کے سامنے آگیا۔ اس نے دیکھا۔ باہر
کوئی بھی نہیں تھا۔
”ہائی۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔“ اس کے مذہب سے نکلا۔
”یہ میں ہوں محمود صاحب۔“
”اوہ۔ ارے۔ ہائی۔ بھائی تم ناگ۔ یہ آپ ہیں۔“
محمود خوشی سے پلا اٹھا۔
اس کا جملہ سن کر فاروق اور فرزانہ بھی سورچھل سے نکل
آئے۔

”چمپی کیسے؟“ چمپاگ کے لجے میں جوت تھی۔
”اس طرح کر آپ کے لیے آواز بدلتا ہے تمہارا ہے۔ بس
اپنے اپر گمراہت طاری کر لیا کریں۔ آواز بدلتا ہے گی۔“
”لیکن مجھے آواز بدلتے کی کیا ضرورت؟“ چمپاگ بولا۔
”اوہ۔ آپ ابھی جاسوی رنگ میں نہیں رنگ گئے گئے۔ خیر
گمراہت کی وجہ تھائیں۔“
”وہ وہ عاتب ہو گئے۔“ اس نے کہا۔
”نگ۔ نگ۔ کون عاتب ہو گئے۔“ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔
”اپنے چمپاگ۔“ اس نے فوراً کہا۔
”یار جن بھلائی۔ حعل کو ہاتھ مار دے۔ چمپاگ تو خود تمہارا ہم
ہے۔ اور تم یہاں موجود ہو۔ پھر بھلائی تم عاتب کیے ہو گئے۔“ محمود
نے یہ اسامت بیٹھا۔
”میں غلط کہ گیا۔ وہ اپنے پی ایس فی عاتب ہو گئے۔“
”یا کہا۔ پی ایس فی عاتب ہو گئے۔ یہ کون صاحب ہیں۔
تم اس ہم کے کسی شخص کو نہیں جانتے۔ ارے کہیں آپ بے
ہمارے فی ایس ایم کی بات تو نہیں کر رہے۔“
”میوہ ہاں بالکل۔ وہ عاتب ہو گئے۔“
”بالکل سے عاتب ہو گئے۔ اپنے گمرے۔“
”عن۔ نہیں۔ چاہیز نہیں ہوم سے۔“

آئے ہوئے گرد آلو جوتوں کے تھے۔
”اے! یہ کمیں مسٹر جم پاگ کے جوتوں کے نشانات تو نہیں۔“
وہ بڑھ رکھیں۔

”نہیں۔ یہ میرے جوتوں کے نشانات ہیں۔“
ایک سرسراتی آواز نے انہیں اچھل پڑنے پر مجبوہ کر دیا۔

○☆○

محمود نے اپنی کار چاہی تین لفج ہوم کے سامنے پارک کی اور چاروں
یونچے اتر آئے۔ پہلے انہوں نے ہوٹل کا ایک چکر لگایا۔ ہوٹل کے
چار دروازے تھے۔ دو سامنے کی طرف۔ دو یونچے کی طرف۔ سامنے
والے دروازے گاہوں کے لیے تھے اور پہلے دروازے ملازمن کے
لیے۔

”بھائی جن صاحب۔۔۔ آپ نے ان سامنے والے دروازوں سے
تو انہیں باہر جاتے نہیں دیکھا۔“
”تھی نہیں۔“

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ایس ایم کو پہلے دروازے سے لے
جایا گیا ہے۔۔۔ پہلے ہمیں ہاتھ دھونے کی جگہ کا جائزہ لیتا چاہیے۔۔۔ اُو
اندر چلتے ہیں۔“

وہ اندر واخل ہو گئے۔ پہلے انہوں نے ایک میز پر قبضہ کیا۔
بُر محمود نے انہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور خود اُنہوں کھڑا ہوا۔۔۔ وہ

”یار پوری بتا جاؤ۔“ - محمود نے جلا کر کہا۔
پوری بات سن کر وہ دھک سے رہ گئے۔
”ستے۔ تمہارا مطلب ہے۔۔۔ مسٹری ایم ہاتھ دھونے کے
تو پھر لوٹ کر نہیں آئے۔ اور تم نے پورے لفج ہوم میں انہیں دیکھے
ڈالا۔“

”ہاں بالکل۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ آؤ پھر چلیں۔۔۔ اب ہم یہاں غسل کر کیا
کریں گے۔ ای جان۔۔۔ آپ سن پچھلی ہیں تا۔۔۔ کہ ہمارے نئے نئے
دوست مسٹری ایم پر کیا گزری۔ لہذا ہم ان کی ٹالاش میں روانہ
ہو رہے ہیں۔۔۔ آپ دروازہ بند کر لیں۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ جاق۔۔۔ میں ابھی باہر کل کر دروازہ بند کرنی
ہوں۔“

چاروں فوراً گھر سے باہر کل آئے۔ اور کار میں بیٹھ کر چاہی
لفج ہوم کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ان کے روانہ ہونے کے چند
یکھن بعد یکم جیشید بادوچی خانے سے باہر نکلیں اور دروازے تک
پہنچیں۔ جو نی وہ دروازہ بند کر کے سڑیں۔ دھک سے رہ گئیں۔
فرش پر جوتوں کے نشانات بننے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے۔ جب کہ
محمود، قاروہ اور فرزانہ کے جوتے اتنے بڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اور
نہ ان کے جوتوں کے نشانات وہاں موجود تھے۔ یہ نشانات تو باہر سے

سرسری انداز میں اس طرف چلا جا رہا تھا۔ جس طرف لوگ جا کر باخوبی وہ آتے ہیں۔ ہمیں کوئی کارروائی شروع نہیں کرنی چاہیے۔۔۔
دھوتے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے بخور جاتہ دیا۔۔۔ لیکن کسی حتم کے پہلے ہوٹل کے گرد گھیرا ڈالا جانا چاہیے۔۔۔
کوئی آثار نظر نہ آئے کہ وہاں سے کسی کو اغوا کیا گیا ہے۔۔۔ آخر دا ”یہ ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن جو دو آنکھیں ہمیں گھور رہی ہیں۔۔۔
انہوں نے تمہیں فون کرتے بھی دیکھا ہے۔۔۔ فرزانہ بول۔۔۔ داپس لوٹ آیا۔۔۔

”کوئی آثار نہیں ہیں۔۔۔“
”لیکن میری چھٹی حس مجھے خبردار کر رہی ہے۔۔۔ کوئی نہیں ہے۔۔۔“

بہت چیز نظریوں سے گھور رہا ہے۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ اغوا کرنے ”سب کو نہیں۔۔۔ فرزانہ تم اور مسٹر چمپانگ اندر ہی نہیں۔۔۔
والے یہیں موجود ہیں۔۔۔ فی ایس ایم کو بھی انہوں نے یہیں رکھا ہواں اور قاروق پاہر نکل کر دروازوں پر نظر رکھتے ہیں۔۔۔“
”یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔“ فرزانہ نے جلدی سے کہا۔۔۔

اسی وقت بیرا ان کے پاس آ کر ہوا ہوا۔۔۔
”کیا حکم ہے جتاب؟“

انہوں نے سادہ چیزوں کا آرڈر دیا۔۔۔ جن میں کوئی چیز ایسی نہیں ”قاروق تم سامنے والے دروازوں پر نظر رکھو۔۔۔ میں پہنچے جاتا
ہو سکتی تھی۔۔۔ جو حرام ہو۔۔۔ بیرے کے جانے کے بعد محمود بولا۔۔۔ ول۔۔۔“

”اگر تمہاری چھٹی حس درست ہے۔۔۔ تب پھر میں انکل اکرام ”اوے۔۔۔“ اس نے فوراً کہا۔۔۔
پدرہ منٹ بعد پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں۔۔۔ محمود
کو پہاڑتا ہوں۔۔۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔“

”محمود انٹھ کر فون بونکی طرف چلا گیا۔۔۔ داپس آکر اس سے ”ہاں! کیا معاملہ ہے محمود۔۔۔“
”آپ پہلے ہوٹل کے گرد گھیرا ڈال دیں۔۔۔ شاید ہمارے دوست
پتایا۔۔۔“

”فون کر دیا ہے۔۔۔ انکل آ رہے ہیں۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ جب کوہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کی جائے۔۔۔“

"اوہ اچھا"۔ اس نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے لگا۔

جب پچھلے دروازہ پر بھی سادہ لباس والے ہمچ گئے تو فاروق کے پاس آگیا۔

"تم لوگ کافی پریشان ہو"۔ اکرام نے ان کے چہروں کا جا لیا۔

"لیا کریں اٹکل مجبوری ہے"۔ فاروق نے بے چارگی کے نیں کہا۔

اکرام مسکرا دیا۔ اب وہ اندر داخل ہوئے۔ فرزانہ انسیں دکرانڈ کھڑی ہوئی۔ چاروں کاؤنٹر پر آئے۔

"ہوٹل کے مینجر کماں ہیں۔ ہمیں ہوٹل کی تلاشی لیتا ہے"۔

"ست۔۔۔ تلاشی۔۔۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں"۔ اس نے بوکھلا کہا۔

"ہاں تلاشی۔۔۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ تلاشی کا مطلب تلاشی ہے"۔

"لیکن کیوں۔۔۔ سوال تو یہ ہے"۔ کاؤنٹر میں بولا۔

"اگر سوال یہ ہے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایک توہون کو انداز کر کے لایا گیا ہے"۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں"۔ اس نے براسامنہ بٹایا۔

"ہمارے پاس تلاشی کا وارث ہے۔۔۔ سمجھے جاپ۔۔۔ آپ میخ

کو بلاسیں"۔

"کیا یات ہے ؟ کو"۔ ایک بھاری بھر کم آواز گوئی۔

وہ آواز کی ست مرے۔ انہوں نے دیکھا۔ ایک بھاری بھر کم

آدمی انسیں گھور رہا تھا۔

"سر۔۔۔ یہ ہوٹل کی تلاشی لینا چاہتے ہیں"۔

"کیا بات ہے جاپ آپ کو ہوٹل کی تلاشی لینے کا خیال کس

طرح آیا"۔ اس نے مقام اٹلنے والے انداز میں کہا۔

"یہ خیال آیا نہیں۔۔۔ دلایا گیا ہے"۔ محمود نے مت ہٹایا۔

"بات کیا ہے"۔ اس نے پہنچا کر کہا۔

"ایک توہون کو انداز کر کے اس ہوٹل میں رکھا گیا ہے"۔

"یہ بے پر کی کس نے اڑائی ہے"۔ وہ توہون ہو کر بولा۔

"ہمارے پاس تلاشی کا وارث ہے۔۔۔ اور آپ ہمارے کام میں

رکاوٹ نہ ڈالیں"۔ اکرام نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"چھی بات ہے۔۔۔ لے لیں تلاشی۔۔۔ لیکن میں تم لوگوں پر

مقدمہ کروں گا۔۔۔ کیونکہ میرے ہوٹل کی بدناہی ہو گی اس طرح"۔

"آپ ضرور مقدمہ کیجئے گا۔۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

ہوٹل کی تلاشی شروع ہوئی۔۔۔ انہوں نے بھی اپنی کوشش کر

ڈالی، لیکن نئی نئی ایم کا کسیں پتا نہ چلا۔۔۔ ایسے میں فاروق کو خیال

آیا۔۔۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”آئیے.... چاہے دس مرجب میں تلاشی“۔ وہ بولا۔

”ویسے آپ کا نام کیا ہے؟“

”مجھے ریاض راؤ کہتے ہیں“۔ وہ بولا۔

”واو! بت بار عرب نام ہے“۔ فاروق مسکرا یا۔

”وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کہہ وہ شاید دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا۔۔۔ یہاں قائمیں اور دوسری دفتری جیزیں بے ترتیبی سے رکھی تھیں۔ انہوں نے پاریک بینی سے کمرے کو دیکھا۔۔۔ پھر قائمیں انھا کر فرش پر ڈھیر کرنے لگے۔۔۔

”اڑے اڑے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ ان فاٹکوں کو ترتیب سے کون رکھے گا۔۔۔“

”آپ۔۔۔“ محمود نے کہا۔

”لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔۔۔ ترتیب سے بھی آپ ہی رکھیں گے۔۔۔“ اس نے گرج دار آواز میں کہا۔

”چھی بات ہے۔۔۔ اگر ہمارا ساتھی یہاں نہ ملا تو پھر قائمیں تم خود الماریوں میں رکھیں گے۔۔۔“

”بہت خوب! یہ ہوئی نا بات“۔ وہ پڑا۔

ای وہ وقت ایک الماری کے ٹھپٹے چھے میں فاروق کو خلا محسوس ہوا۔۔۔ خود سے دیکھنے پر تخت یونی رکھے نظر آئے۔۔۔ اس نے ایک ایک کر کے تختے وہاں سے نکال لئے۔۔۔ اب اتنا بڑا خلا نظر آنے لگا جس

”بھی تم پاگ۔۔۔ تم کہاں ہو؟“

”آپ کے بالکل نزویک“۔ اس نے کہا۔

”لیا تم یہ بات معلوم نہیں کر سکتے۔۔۔ کہ تی اس ایم کو کہاں چھپایا گیا ہے؟“

”کیسے معلوم کر سکتا ہوں۔۔۔ جب کہ ایک کام میرے سامنے کیا ہی نہیں گیا“۔ اس نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ یہ کام اب ہمیں کرنا ہو گا۔“

”پہلے بھی تو آپ ہی کرتے رہے ہیں“۔ میغیر نے جلا کر کہا۔

”اب ہم ذرا اور انداز میں تلاشی لیں گے۔۔۔“

”ضرور لیں۔۔۔ لیکن ناکام رہیں گے۔۔۔ اس لیے کہ یہاں کوئی نوجوان پکڑ کر نہیں رکھا گیا۔“

”اکل آرام۔۔۔ آپ صرف بیرونی دروازوں کی طرف خیال رکھیں۔۔۔ ہوش کے اندر ہم خود پہنچیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ میں باہر چلتا ہوں“۔ اس نے کہا اور باہر کل گیا۔

”میغیر صاحب۔۔۔ آپ ذرا ہمیں اپنے کمرے تک لے چلے۔۔۔“

”آپ میرے کمرے کی تلاشی لے پکھے ہیں“۔ اس نے بل کر کہا۔

”لیکن ہم ایک بار پھر تلاشی لیں گے۔“

میں سے ایک آدمی گزر سکا تھا۔
”یہ کیا ہے جناب رضاو ریا صاحب؟“ فاروق نے طہری بچے میں آئے۔ بس صرف فرش اور دیواریں نظر آئیں۔ الماری کے ساتھ یہ ابھے کی ایک بیڑھی تھی تھی۔

”پرانی جیسیں رکھنے کے لئے ایک = خانہ“۔ اس نے بے ٹکر انداز میں کہا۔

”اس کا راستا خیلے کیوں ہے؟“

”اس پر آپ کو اعتراض کیوں ہے۔ آپ نوجوان کو برآمد کریں۔“

”بات ٹھیک ہے۔ اچھا بھی۔ میں خلا میں اترنے لگا ہوں۔“

”تم دونوں اور پرہی ٹھہراؤ۔“ فاروق بولا۔

”یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں رہے گا۔ پہلے انکل اکرام کو بلا لایا جائے۔“ محمود نے کہا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔“ یہ کر محمود باہر نکل گیا۔

بلدہی وہاں اکرام بانج گیا۔ خلا کو دیکھ کر بول انھل

”ارے! یہ کیسے نظر آگیا۔“

”اس کے اوپر یہ تختے تھے۔ اور تھوں پر فالمیں۔ میں بچے جا رہا ہوں۔“

”ایک مشت۔ پہلے نارجی کی روشنی سے اندر کا جائزہ لے لیا

”ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا۔“

”ہو جائے گا ختم۔ اس کے بعد بھی تم کسی کو برآمد نہیں کر جائے۔“

اکرام نے نارجی کی روشنی اندر لرائی۔ بچے کوئی چیز نظر نہ
”یہ کیا ہے جناب رضاو ریا صاحب؟“ فاروق نے طہری بچے میں آئے۔ بس صرف فرش اور دیواریں نظر آئیں۔ الماری کے ساتھ یہ ابھے کی ایک بیڑھی تھی تھی۔
”چلو فاروق اتر جاؤ۔“

فاروق بچے اتر گیا۔ وہ گرد میں اتنا ایک کرو تھا اور بس۔۔۔ وہاں
لیں ایم کا نام و نشان تک نہیں تھا۔
”تم از کمٹی ایس ایم کو اس کرے میں نہیں لایا گیا۔“ اس نے
کہا۔

”تب پھرٹی ایس ایم کہاں گیا؟“ اکرام نے منہ بنتا یا۔

”یہ کرو خالی پڑا ہے۔ اس کو چھپا یا بھی خاص انداز سے گیا
تھا۔ آخر کیوں؟“ فرزانہ نے سوال اٹھایا۔

”بات ایم ہے۔۔۔ فاروق تم ذرا اس کرے کو بخورد دیکھ لو۔۔۔ تم
بھی بچے آرہے ہیں۔“ محمود بولا۔

”یکن انکل کو اور پرہی رہنے والی جائے۔۔۔ تاکہ ستر ریاض راؤ
کوئی شرارت نہ کر سکیں۔“

”مجھے کوئی شرارت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ تم لوگ کون سا
بھال سے اس نوجوان کو برآمد کر سکتے ہو؟“

”ایک مشت۔۔۔ پہلے نارجی کی روشنی سے اندر کا جائزہ لے لیا
جائے۔۔۔“

سکو گے۔

محمود اور فرزانہ بھی نیچے اتر گئے۔ تینوں نے مل کر دیوار اور فرش کو خوب نمود کجا کر دیکھا۔ ایک جگہ آواز میں کھوکھلا نظر آیا۔ اس جگہ کو بخوردیکھا تو وہاں ایک چوکور گلدا تھا۔ محمود اپنے چاقو کی مدد سے اس چوکور گلدرے کو ہو اور انھیا تو تینوں دھک سے رہ گئے۔

اب ایک اور غلام نظر آ رہا تھا۔ اور باقاعدہ میر حسیان نیچے رہی تھیں۔

”اف میرے مالک ہے خانہ درد خانہ۔“

”مشیر ریاض را کیسے یہ کیا ہے؟“

لیکن اپر سے انہیں ریاض راؤ کی آواز سنائی نہ دی۔

”انکل“۔ تینوں ایک ساتھ یوں لے۔

لیکن اکرام کی طرف سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔



وہ مردہ تھے

وہ تینوں اپر آئے۔ اکرام فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے سے خون بہ رہا تھا، اور ریاض راؤ کرے میں نہیں تھا۔ ”وار کر گیا کم بخت۔ اتنی احتیاط کے یا وہ وہ نکل گیا۔“ فرزانہ بڑی بڑی۔

محمود دوڑ کر یا ہر گیا اور کاشیلوں کو بٹا لیا۔

”نہیں ہسپتال پہنچا کو۔ اور مزید پولیس کے لئے فون کرو۔“ ”بہت بہتر جاتا۔“

”تموڑی دری بحد پورے ہوٹل میں پولیس ہی پولیس تھی۔“ پولیس کے جوان اس خانے کے اندر آتے گئے۔ پھر نکلے۔ خانے میں محمود، فاروق اور فرزانہ پہلے اترے۔ کاشیل بحد میں... انہیں انکم وہاں رسیوں سے بندھا پڑا تھا۔ اسے بھی انھا کر اپر لایا گیا۔ وہ بے ہوش تھا۔ جسم پر جگہ جگہ زخم تھے۔ شاید اسے مارا چل گیا تھا۔ اسے بھی ہسپتال لے جایا گیا۔ اس دوران انپکٹر جوہر بھی پہنچ گئے۔

اور میں مار کھاتا چلا گیا۔ پھر شاید میں بے ہوش ہو گیا۔“

”ہوں! تو اس کا مطلب ہے۔ جیوال اور ابطال آپکے ہیں۔۔۔
سوئے کے جہاز کے سلسلے میں۔۔۔“

”بلکہ ان کے ساتھ رانور بھی آچکا ہے۔“۔ اسکر جشید
سکرانے

”یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کر سکتے ہیں۔“۔ محمد
نے ان کی طرف دیکھا۔

”اس لئے کہ وہ پہلے ہی یہ اعلان کر چکے ہیں۔“۔
”پھر۔۔۔ اب کیا ہو گا۔“

”ہونا کیا ہے۔۔۔ سونے کا جہاز ہماری اس محنت کا معادہ ہے جو
انہوں نے اس بھم کے سلسلے میں زبردستی لی۔۔۔ ہمارے پیچوں اور
عورتوں کو قید رکھا۔۔۔ اس طرح زبردستی کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں
تھا۔۔۔ لہذا ہمارا اس سونے پر پورا پورا حق ہے۔۔۔ اور پھر انشارجہ وہ جہاز
کو چکا تھا۔۔۔ انشارجہ کی پوری حکومت۔۔۔ جیوال اور ابطال سمیت اس
جہاز کو واپس حاصل نہیں کر سکی تھی۔۔۔ ہم نے بھی ان سے یہ معابدہ
نہیں کیا تھا کہ ان کا جہاز بھی انہیں واپس لا کر دیں گے۔۔۔ ہم تو
”دوسری دنیا میں نئی تخلوق کا راستا روکنے کے لئے گئے تھے۔۔۔ اور اپنا کام
کر آئے ہیں۔۔۔ لہذا سونے کا جہاز اب ہمارا ہے۔“۔

”وہ تو خیر تھیک ہے۔۔۔ وہ جہاز ہم نے آئے اور اب ہمارا

”یہ سب کیا ہے بھتی؟“ ان کے لیے میں حیرت تھی۔
انہیں ساری تفصیل سنائی گئی۔۔۔ وہ حیرت زدہ نہ گئے۔۔۔ پھر انی
الس ایم کو ہوش میں لایا گیا۔

”ہاں بھتی۔۔۔ کیا ہوا تھا؟“

”مہر۔۔۔ میں۔۔۔ یاد کر لوں۔۔۔ کچھ یاد نہیں آ رہا۔“

”اچھا تھیک ہے۔۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم بالکل
تھیک ہو اور خطرے سے باہر مچ۔۔۔ ذہن پر نیادہ نور بھی نہ ڈالو۔۔۔ جب
یاد آجائے، بتا دیتا۔“۔

”تھیک ہے۔“

پندہ منٹ بعد انیں ایم سوچتے بھنے کے قتل ہو سکا۔۔۔ اس
کی آواز سن کر وہ یکم دم اس پر جک گئے

”یاد آ گیا۔۔۔ میں اور تم پاگل چاندیز ہوٹل گئے تھے۔۔۔ میں باٹھ
و ہونے کے لئے گیا تو کسی نے میرے سر پر کوئی چیز ماری۔۔۔ میں بے
ہوش ہو گیا۔۔۔ ہوش میں آیا تو چار ٹنڈے میرے سر پر سوار تھے۔۔۔
ان کا بس ایک ہی سوال تھا۔۔۔ یہ کہ سونے کا جہاز کہاں ہے؟“

”کیا!!“ وہ چلا گئے۔۔۔ انہیں مارے جرت کے بھیل گئیں۔۔۔

”تی ہاں! وہ جاننا چاہتے تھے۔۔۔ دوسری دنیا سے سونے کا جہاز ہم
کس طرح لائے اور اس کو کہاں رکھا گیا ہے۔۔۔ مجھے یہ بات معلوم
نہیں تھی۔۔۔ انہیں بتاتا کیا۔۔۔ لہذا وہ مجھے بے تحاشا پہنچنے پلے گئے۔۔۔

بے... لیکن یہ تم پڑھنے پر نہ ہو آگئے ہیں۔"

"آگئے ہیں تو کیا ہوا... ہم ان کا مقابلہ کریں گے... اسیں اپنا سرنہن پر کرفکریں گے... سونے کے جماز کی انسیں ہوا تک نہیں خلرے میں ہیں۔"
لگتے دیں گے۔" اپنکر جشید جلدی کہ گئے
”آخر کیسے معلوم بھی تو ہو۔"

”سر... میں آپ کے گھر سے آ رہا ہوں۔ مجھے آپ سے کام تھا۔ میں وہاں پہنچا تو گھر کا دروازہ چھوٹ کھلا تھا۔ میں کھرا کیا۔ دوڑ کر اندر گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ بیکم صاحب بھی نہیں تھیں۔"
”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" وہ سکرائے
”کیا!!!!" وہ چلائے۔

”اگر یہ پوچھنے کی بات نہیں تو ہو بات پوچھنے کی ہے۔ ہم“
”جی ہاں! پھر میں نے دفتر فون کیا۔ وہاں سے پتا چلا کہ آپ پوچھ لیتے ہیں۔ جاتائے، پوچھنے کی کیا بات ہے۔" فاروق جلدی جلدی بہتال گئے ہیں۔ لہذا میں اوہر دوڑا آیا۔
”توہہ ہے... پوچھنے کا ذمیر لگا دیا ایک ہی جعلے میں۔" فرزان آئے۔ اپنکر جشید نے براسانہ بیٹایا۔
”بھتائی۔"

”میں اس وقت کوئی بہتال کے کمرے میں داخل ہوا۔“
”بیس۔۔۔ بوکھلاہٹ میں یہ بات نہیں سو بھی۔ خود دوڑ پڑا۔"
”خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ آؤ بھی جلدی کر۔ انہوں نے پوری چوک اٹھئے۔

”ہاں۔۔۔ توحید احمد۔۔۔ یہ تم ہو۔ اور یہ تمہارے چہرے، رنار سے کام شروع کر دیا ہے اور ہم باقیں کر رہے ہیں۔" انسوں نے اُنیں ایک کو دیں پھوڑا۔ کیونکہ ابھی وہ زخمی ہوا یاں کیوں اثر ریں ہیں۔"
”آپ سب لوگ خلرے میں گھر پکے ہیں۔" اس نے بوکھلا۔ قلا۔ پٹنے بلے کے قابل نہیں تھا۔ اور خود گھر پہنچ۔ گھر میں کسی بناتے کے آثار نہیں تھے۔ اور نہ کوئی ثاثات موجود تھے۔
”اس کا مطلب ہے۔۔۔ اسی جان کو یہاں سے بے ہوش کر کے لے جایا گیا ہے اور بے ہوش ہونے سے پہلے انسیں کوئی ملت بھی ہوئے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ کیا بات ہے؟"

”یہ کہ اٹارچہ کا حکم ہے۔۔۔ چاہے دنیا اوہر کی اوہر ہو جائے۔۔۔
تم لوگوں سے جہاز و صول کیا جائے۔۔۔“
”تو اس طرح آپ جہاز و صول کر لیں گے۔۔۔“
”ہاں بالکل۔۔۔ ابھی تو ہمارے منصوبے کی ابتداء ہوئی ہے۔۔۔
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔۔۔“
یہ کہ کراس نے فون بند کر دیا۔۔۔ اسی وقت فون کی گھنٹی پھر
بجی۔۔۔ اس پار فون اپکڑ کامران مراز کا تھا۔۔۔
”اور یہ آپ ہیں۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ اس طرف بھی
خیریت نہیں ہے۔۔۔“
”نہیں۔۔۔ جمال نے بیکم کو انفو اکر لیا ہے۔۔۔ اور فون پر بتا دیا
ہے کہ یہ کام ان کا ہے۔۔۔ لذا سونے کا جہاز دے دیں۔۔۔ بیکم واپس
لے لیں۔۔۔“
”تب پھر آپ بھی اوہر ہی آ جائیں۔۔۔ یہاں بھی حالات بالکل
بھی ہیں۔۔۔“
”ارے۔۔۔ اچھا۔۔۔“ وہ دھک سے رہ گئے
”ہاں! میری بیکم کو بھی انفو اکیا جا چکا ہے۔۔۔“
”اچھی بات ہے۔۔۔ ہم آرہے ہیں۔۔۔“
”ٹھیک ہے۔۔۔ انس نے کما اور فون بند کر دیا۔۔۔
اسی وقت فون کی گھنٹی پھر بجی۔۔۔

”نہیں ملی۔۔۔ کچھ کرنے کی۔۔۔“
”میں اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ وہ چوک اٹھے۔۔۔ انپکڑ جہڑے
نے خود ریسور اٹھایا۔۔۔
”آہا! انپکڑ جہشید ہیں۔۔۔ بھی وہی۔۔۔ مزا آگیا۔۔۔ دوسری طرز
سے جمال کی آواز سنائی دی۔۔۔
”تو یہ آپ کا کیا دھرا ہے۔۔۔“
”جہاز کے بدالے میں بیکم لینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
”یہ غیر شریفانہ طریقہ ہے۔۔۔“ انپکڑ جہشید نے پر اسامنہ ہٹایا۔۔۔
”ذکر کیا مسٹر انور میں نے کیا تھا نا۔۔۔ انپکڑ جہشید اس طرز
کو غیر شریفانہ کہیں گے۔۔۔ لیکن آپ نہیں مانتے۔۔۔ اور نہ مسٹر انفال
آپ ملتے۔۔۔“
”آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔۔۔ نہ آپ
ایسا کرنے کا مشورہ تھا۔۔۔ لیکن مسٹر انور اور مسٹر انفال نے اسی طرز
پر نور دیا۔۔۔“
”ہاں! یہی بات ہے۔۔۔“
”تو پھر آپ ان سے کھرا کیوں نہیں جاتے۔۔۔ یہ آپ کے
اصولوں کو پاش پاش کر رہے ہیں۔۔۔“
”مشکل ایک اور ہے۔۔۔“ جمال نے کہا۔۔۔
”اوروہ کیا؟“

”یہ فون ضرور شوکی برادرز کا ہو گا۔“ فرزانہ بولی۔
اسپلٹر جسید نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے آواز ان کر
فرزانہ کی طرف دیکھ کر مکارے

”تمہارا خیال تھیک ہے فرزانہ۔“
دوسری طرف سے شوکی کہ رہا تھا۔

”ہمارے والدین غائب ہیں۔۔۔ اور مشرجیاں کا فون ملا ہے۔۔۔
یہ کہ سونے کے جہاز کے پارے میں بتا دیں۔۔۔ کہاں ہے۔۔۔ اور ان کے
حوالے کر دیں۔۔۔ ورنہ والدین واپس نہیں ملیں گے۔“
”تھیک ہے شوکی۔۔۔ تم لوگ بھی اوہر آ جاؤ۔“

”تی۔۔۔ کیا مطلب؟“

”بس سچھ جاؤ مطلب۔۔۔ وہ مکارے
”اس کا مطلب ہے۔۔۔ آپ لوگ بھی ایسے ہی حالات کا شکار
ہیں۔۔۔“

”ہاں! بس آ جاؤ۔۔۔ اسپلٹر کامران مرزا پارٹی بھی ہمچن رہی ہے۔“
”اے باپ رے۔۔۔ کیا وہ بھی؟“

”ہاں! وہ بھی۔۔۔ یہ کہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور ان سے
بولا۔۔۔“

”معلوم ہوتا ہے۔۔۔ ایک ہی وقت میں تینوں جگہ پوگرام ملے
کیا گیا تھا۔۔۔ ہم ان کے انتحار میں وقت ضائع نہیں کریں گے۔“

یہ کہ کر انہوں نے اکرام کو فون کیا۔

”ریاض رائے اور ذکو اس وقت کہاں ہیں۔۔۔“

”وفتر کی حوالات میں۔۔۔“

”ہم وہیں آ رہے ہیں۔۔۔ چوکس رہتا۔۔۔ شاید ان دونوں کو بھی
کال لے جانے کی کوشش کی جائے گی۔۔۔“
”اوہ اچھا۔۔۔“

وہ سب وفتر پہنچے۔۔۔ پھر جو نہیں وہ حوالات کے سامنے آئے۔۔۔
انہیں ایک نوردار جھٹکا لگا۔۔۔ ذکو اور ریاض راؤ حوالات کے فرش پر
مردہ پڑے نظر آئے۔۔۔

”یہ کیا ہوا اکرام؟“ اسپلٹر جسید نے تاخوشن گوار انداز میں کہا۔

”آپ کا فون ملتے ہی میں اوہر آیا۔۔۔ لیکن یہ اس سے پہلے ہی
خود کشی کر چکے تھے۔۔۔“
”خود کشی۔۔۔ وہ یوں۔۔۔“

”ہاں جتاب۔۔۔ حوالات کے آس پاس کوئی آیا نہ گیا۔۔۔ مگر انہوں
کا بھی کہتا ہے۔۔۔“

”غیر معلوم ہو جاتا ہے۔۔۔ ان کی اس حالت میں تصاویر لے لو
اور اس کے بعد پوست مارٹم کے لیے بھیج دو۔۔۔ اگر انہوں نے تہر کھایا
ہے۔۔۔ تو معلوم ہو جائے گا۔۔۔ اور کسی اور نے ان کے جسم میں زبر
باظل کیا ہے تو بھی معلوم ہو جائے گا۔۔۔“

لاشوں کی تصادیر لینے کے بعد ان کو پورٹ مارٹم کے لئے بھیج دب تھے۔ اپسیں جلدی جلدی ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی۔
دیا گیا۔۔۔ رپورٹ کے انتظار میں وہ گھر واپس آگئے۔ ایسے میں خانہ کی سروتوں کو شش کے بعد ان کی آنکھیں کھل سکیں۔
”کیا ہوا خان رحمان؟“
رحمان کا فون طا۔۔۔

”کچھ معلوم نہیں۔۔۔ فون پر تم سے بتائیں کہ رہا تھا کہ بس سب
دش ہو گیا۔۔۔“

”لیکن میں نے تم ساری چیز سنی تھی۔۔۔“

”تھیں۔۔۔ وہ میری چیز نہیں تھی۔۔۔ خود میں نے کسی کی چیز سنی
تھی۔۔۔“

”کیا کہا۔۔۔ نہ آتا۔۔۔ ان حالات میں اور میں نہ آؤں۔۔۔ یہ کہانی۔۔۔ خان رحمان یو۔۔۔
بات ہوئی۔۔۔ وہ چلا گئے۔۔۔ جمال تم ساری آواز میں چینا تھا۔۔۔ آکہ

”ہاں! نہ آتا۔۔۔ ہم خود آئیں گے تم سارے پاس۔۔۔ ہوشیار میں بوکھلاہٹ میں جلا کر دے۔۔۔“
”جمال۔۔۔ جمال کمال سے نہ کچ پڑا۔۔۔“
”رہو۔۔۔“

”بھول گئے خان رحمان۔۔۔ ان لوگوں نے دھمکی دی تھی کہ
جنے کا جائز لینے کے لئے آ رہے ہیں۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کی چیز نہیں دی۔۔۔
”کیا ہوا خان رحمان؟“ اپنکے جشید گھبرا گئے
لیکن خان رحمان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ جب کہ دو انسیں سونے کا جہان ہمارے یہوی پیچے سونے کے جمازوں
رسیبور نہیں رکھا گیا تھا۔۔۔

”خان رحمان بھی خطرے میں گمر گئے۔۔۔ آؤ۔۔۔“
یہ کہ کروہ دوڑ پڑے۔۔۔ خان رحمان کے گمر پہنچے۔۔۔ تو وہ ”لکھوڑے۔۔۔“ اس طرح ہم حکومت کو نقصان پہنچائیں گے۔۔۔

اور سلسلی بے ہوش پڑے تھے۔۔۔ البتہ ان کی یہوی شہزاد بیکم اور بے۔۔۔
”تو میں حکومت کو اپنی ہیروں کی کامیں دے دیتا ہوں۔۔۔ اس

کے بدلتے۔

"ہماری حکومت تو ان جائے گی۔ لیکن میں نہیں مانوں کا اسکر جشید سرو آواز میں بولے۔ کیا مطلب یہ کیا کہا تم نے جشید۔" خان رحمان چونکہ بولے۔

"ٹھیک کہا ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ان کے مقابلے میں مانا ہے۔ اور یہ ہماری موت کے برابر بات ہو گی کہ ہم جہاز ان کیس زیادہ خوفناک ہے۔۔۔ بس تم آجائو۔" اتنا کہ کر انہوں نے رسپور رکھ دیا۔ واپس لیں گے۔"

○☆○

"اگر تمہاری بھی رائے تو پھر میں تمہاری رائے کا احراام کر گا۔"

"صرف تم ہی نہیں۔۔۔ اسکر کامران مرزا اور شوکی برادر کریں گے۔" وہ بولے۔ "لیکن اباجان! ہم ایک شخصیت کو بھول گئے۔ فرزانہ سکرائی۔"

"ارے باپ رے۔"

اسکر جشید نے فوراً پروفیسر داؤڈ کے نمبر طلبئے۔ ان کی آنٹھتے ہی پروفیسر بولے۔

"میں تمہیں فون کرنے ہی لگا تھا جشید۔۔۔ تم فوراً تجربہ کا

"۔۔۔"

"خیر تو ہے پروفیسر صاحب۔"

"نہیں۔۔۔ خیر نہیں۔۔۔ بس تم آجائو۔"

"کیا شارت کو انداز کر لیا گیا ہے؟"

"شارت کو انداز کر لیا گیا ہے۔۔۔ یہ تم لے کیے کہ دیا۔"

"تو کیا یہ بات نہیں ہے۔۔۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔"

"نہیں۔۔۔ ایسی بات ہوتی تو میرے لئے معمولی تھی۔۔۔ بات اس

کیس زیادہ خوفناک ہے۔۔۔ بس تم آجائو۔"

انہا کہ کر انہوں نے رسپور رکھ دیا۔

چونکا دینے والی بات

آندھی اور طوفان کی طرح وہ تجربہ گاہ پہنچے۔ وہاں پروفیسر جی بنتے بیٹھے تھے۔ ان کے ہلانے پر بھی وہ نہ پہنچے۔
”پروفیسر صاحب... ہم آگئے ہیں۔ آپ کمال گم ہیں؟“
یہ کہ کر اسپکٹر جشید نے ان کا شانہ پکڑ کر بٹاٹا۔ وہ رات سے پڑے۔ ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ لور انہیں گرتے دیکھ لے تو۔ ہم تمیں مان جائیں گے۔ تم میں سے کسی نے اگر انہیں باقی سب بول کھلا اٹھ۔
”ارے ارے... آپ کو کیا ہو گیا؟“
اسپکٹر جشید نے کوئی جواب نہ دیا۔ یوں لگتا ہے وہ بے ہو گئے۔ ان کی کھلی آنکھیں اس بات کا ثبوت تھیں۔ وہ بے ہو ش نہیں تھے۔

”آپ... آپ کو کیا ہو گیا ایجاد ان۔ فرزانہ بول کھلا اٹھی۔“
انہوں نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ ساکت پڑے رہے اور پروفیسر داؤد پتھر کا بات بنے بیٹھے تھے۔ انہوں نے ان کے جسم کیسے کھینچنے کے بعد آخر خان رحمان ابھی تک کوئی حرکت نہیں دیکھی تھی۔

”میں پروفیسر صاحب کے جسم کو ہاتھ لٹا کر رکھتا ہوں۔“۔ یہ کہ کر محمود آگے بڑھا۔
”نہیں... ایسا ہرگز نہ کرنا۔ آئے پہلے ایجاد ان کو صوفے پر لانا دیں۔“

انہوں نے مل کر انہیں اٹھایا اور صوفے پر لٹا دیا۔
”ارے ہاں! شاہست کہاں ہے۔“۔ خان رحمان کی آواز گوئی۔
عین اس وقت فون کی گھنٹی بیجی۔۔۔۔۔ محمود نے لپک کر رسیور اٹھا

”ہم پوری تیاریوں سے آئے ہیں۔۔۔۔۔ پروفیسر داؤد کو ہوش میں بخوبی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ لور انہیں گرتے دیکھ لے تو۔ ہم تمیں مان جائیں گے۔۔۔۔۔ تم میں سے کسی نے اگر انہیں ہاتھ لگایا ہے۔۔۔۔۔ تو وہ بھی اب تک بے ہو ش ہو چکا ہو گا۔ لذدا کوئی اور ہاتھ نہ لگائے۔ ورنہ ہمارے خلاف کچھ کرنے کے قابل نہیں رہ جائے گا۔ دیے مجھے مزا نہیں آ رہا۔۔۔۔۔ میں تو چاہتا تھا۔ تم سامنے ہو گئے ہوں۔۔۔۔۔ لیکن اس کیس کی پاگ ذور رانور کو سونپی گئی ہے۔۔۔۔۔ مجھے اور اپنال کو تو اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔۔۔۔۔ لذدا مجبوری ہے۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا گیا۔ وہ سکتے میں آئے کھینچنے کی منٹ تک جوں کے توں بیٹھے رہنے کے بعد آخر خان رحمان بولے۔

"یوں تو کام نہیں چلے گا۔ ڈاکٹر کو بلانا چاہیے۔ شاید وہ کوئی بتا سکے۔ کم از کم وہ جمیل کو تو ضرور ہوش میں لے آئیں گے۔"
"تجویز معمول ہے۔"

ڈاکٹر صاحب کو فون کیا گیا۔ فوراً ان کی ایک پوری ٹیم دہار پہنچ گئی۔ ادھر اس بات کی خبر آئی تھی صاحب کو لگ گئی۔ وہ بھر دوڑے آئے۔ پھر صدر صاحب کو خبر ہوئی تو وہ بھی دہار پہنچ گئے۔
"آخر یہ سب کیا ہے بھائی؟" صدر صاحب بولے۔

"یہ سب اس سونے کے جہاز کا کیا درجہ ہے؟" - خان رحمان سے
کہا اور تمام واقعات سنادیے۔

"تو ہم انہیں سونے کا جہاز واپس دے دیتے ہیں۔" - صدر
صاحب بولے۔

"جمیل ایسا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔"

"لیکن میں اپنے اختیارات استعمال کر سکتا ہوں۔ اور جمیل کو
حکم دے سکتا ہوں۔" -
"اوہ پروفیسر صاحب کو بھی۔ نہ جانے ان کے ساتھ کیا کیا گیا
تھا۔" اور پروفیسر صاحب کو بھی۔ نہ جانے ان کے مدد سے۔

"جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ لیکن آپ جہاز دیں گے کہاں سے۔۔۔ سے کلا۔
کیا آپ کو معلوم ہے۔۔۔ جہاز کہاں ہے؟"

"من نہیں۔۔۔ جمیل نے یہ راز کسی کو نہیں تھا۔" - صدر
صاحب بولے۔
"کیا مطلب ہے۔ آپ کو بھی نہیں۔" - خان رحمان حیران ہوا۔
کے جسم کو چھوٹے والا بھی اپنے ہوش و خواص کھو بیٹھتا ہے۔"

بولے

"ہاں مجھے بھی نہیں تھا۔۔۔ اس نے کما تھا کہ جہاں۔۔۔ اپنال
اور راثور جہاز کے سطھ میں آئے والے ہیں۔۔۔ لذا کسی کو بھی کچھ
معلوم نہیں ہوتا چاہیے۔ لذا صرف اور صرف جمیل کو چاہا ہے کہ
جہاز کہاں ہے۔"

"لیکن وہ ایک پورے جہاز کو بھلا کہاں چھا سکتے ہیں۔۔۔
کہاں لے جاسکتے ہیں ضرور انہوں نے کچھ لوگوں کی مدد سے یہ کام کیا
ہو گا۔"

"ہاں! لیکن مجھے نہیں معلوم۔۔۔ کن لوگوں کی مدد سے۔"

"خوب۔۔۔ پہلے ڈاکٹر صاحب کو ہوش میں لانا ہو گا۔۔۔ اسی وقت کچھ ہو
سکے گا۔"

صدر صاحب اور آئی جی صاحب تو چلے گئے۔ انہوں نے پوری تجربہ گاہ میں شائستہ کی خلاش کر دی۔ لیکن اس کا کمیں ہم و نشان تک نہ ملا۔ اب انہوں نے ملازمت کی خلاش شروع کی۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی وہاں نہیں تھا۔ نامعلوم انہیں بھی ساتھ میں انخوا کر لیا گیا تھا۔ اسیں کمیں چھپا گیا تھا۔

”اب تو مجھے چکر پر چکر آ رہے ہیں۔“ خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

”آ رہے ہیں تو آتے رہیں۔“ تم ان چکروں سے نہیں ڈریں گے۔ اور اپنا کام کریں گے۔“ محمود نے پرتوش انداز میں کہا۔

”اپنا کام۔ بھلا دہ کیا۔“ باقی لوگ ایک ساتھ ہو گئے۔

”مہر۔ ہا نہیں۔ ان حالات میں ہمارے کرنے کا کیا کام ہے۔ ارے ہاں۔ انکل کامران مرزا اور شوکی برادر ز بھی تو آتے والے ہیں۔“ تم ان کے ساتھ بینہ کر کوئی پروگرام ترتیب دیں گے۔“

فابوق نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن ان کے آئے سے پہلے بھی تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بینہ کئے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ارے ہاں۔ اس کو تو ہم بھول دی گئے۔“

”کس کی بات کر رہے ہو۔“

”ٹھا تیرنہوں۔“ یہ کیس دہیں سے تو شروع ہوا ہے۔“

”تو آپ کے ہوش و حواس گم ہو گئے تھے۔“

”ہاں! اور جسم بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ جیسے بکل کا زبردست جھنکا گلتا ہو۔“ بس یوں محسوس ہوا تھا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“ بحیب و غریب حالات سانے آ رہے ہیں۔ آئی جی ہو گئے۔

الپکڑ جیشید کو ہوش میں لانے کے بعد ڈاکٹر صاحبان پروفیسر صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے ہاتھ لگانے کی بجائے چند آلات کے ذریعے ان کے جسم کو چیک کیا۔ پھر ایک ڈاکٹر نے کانپ کر کہا۔

”اُن مالک... ان کے جسم میں تو پورا 440 ولٹ کا کرنٹ ڈوڑ رہا ہے۔“

”حیرت ہے۔ یہ پھر بھی زندہ ہیں۔“

”زندہ ہیں۔“ لیکن جسم پتھر کی طرح سخت ہے۔ مطلب یہ کہ پہلے ان کے جسم کو کسی دوائی سے پتھر کی طرح سخت کیا گیا ہے۔ پھر اس میں کرنٹ ڈوڑایا گیا ہے۔“

”تو کیا آپ لوگ انہیں اصل حالت میں لا سکتے ہیں۔“

”ہم کوشش ضرور کریں گے۔ کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔“

”کچھ نہیں کہ سکتے۔“

”لمحک ہے۔ آپ اپنی کوششیں چاری رکھئے۔“

”لیکن اس کی خلاشی تو ہم پسلے ہی لے چکے ہیں۔“
 ”لیکن ہوٹل کے مالک سے تو ہماری ملاقات ابھی تک نہیں
 ہوئی۔“
 ”اودہ ہاں... تو پھر آؤ۔ کام کریں... یہاں ڈاکٹر صاحبان ہیں...
 وہ کر لیں گے۔“
 ”وہ اسی وقت چاہتی ہوٹل پہنچ... ہوٹل کو سلیل کرو دیا گیا تھا۔
 اب اس کے کافیزات کو چیک کیا گیا۔ ہوٹل کسی روپا ش کے ہم تھا۔
 اس کا پتا بھی فائل میں درج تھا۔ فائل لئے وہ روپا ش کے پتے پر
 پہنچے۔ روپا ش ایک اوپری عمر آدمی تھا۔ اس نے انہیں جرمان ہو کر
 دیکھا تو اس پکڑ جمیل ہو گئے۔
 ”آپ کے ہوٹل میں کیا ہوا... یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہو
 گا۔“

”ہاں! آپ کا تعلق پولیس سے ہے کیا؟“ اس نے پوچھا۔

”آپ تھیک سمجھے۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”آپ کے ہوٹل میں ڈبل ڈبل = غلنہ کیوں ہے... وہاں ایک
 نوجوان کو انخوا کر کے رکھا گیا۔ کیا آپ کا اس جرم سے کوئی تعلق
 نہیں... ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ سب کیا دھرا اس بینگر کا ہے۔ میرا اس معاملے سے قطعاً
 کوئی تعلق نہیں۔“

”لیکن ہم یہ بات ثابت کر سکتے ہیں... کہ آپ کا تعلق ہے۔
 اس لیے کہ ہوٹل آپ نے خود تحریر کرایا تھا... اور اس وقت ہوٹل
 شروع نہیں ہوا تھا۔ مطلب یہ کہ اس وقت تو اس بینگر کو ملازم رکھا
 ہی نہیں کیا تھا۔ اسے بعد میں جب ہوٹل شروع ہوا تب رکھا گیا۔
 لذات سے تو ڈبل ڈبل = غلنے کے بارے میں معلوم ہی نہیں تھا۔ اگر جایا ہے تو
 آپ نے جایا ہے... اور یہ بھی بتایا ہو گا کہ آپ کس حتم کے کام
 کرتے ہیں... اور یہ کہ ان کاموں میں بینگر کو بھی آپ کا ساتھ دنا
 پڑے گا۔ تھیک ہے نا۔“

”نہیں... مجھے نہیں معلوم ہے کہ بینگر کو ڈبل ڈبل = غلنے کے بارے
 میں کس طرح معلوم ہوا۔... میں نہیں جانتا۔ اس نے اس نوجوان کو
 کیوں انخوا کیا تھا۔“

”اچھی بات ہے۔ کیا ہم اس گھر کی خلاشی لے سکتے ہیں۔“
 ”کیا مطلب... اس گھر کی خلاشی لینے کی کیا ضرورت پیش آ
 گئی۔“ اس نے جرمان ہو کر کہا۔

”اگر آپ بے قصور ہیں... اس معاملے سے آپ کا کوئی تعلق
 نہیں۔ تو گھر کی خلاشی لینے دیں۔ یوں اگر آپ انکار کریں گے تو ہم
 وارثت لا کر بھی خلاشی لے سکتے ہیں۔ بلکہ وارثت لائے بینگر بھی ہم
 خلاشی لے سکتے ہیں۔“

”وارثت کے بغیر کیسے؟“ اس نے منہ بنتا۔

”انشارچ نے فون کیا تھا۔“

”فون نہیں کیا تھا۔ جیوال نے تمہیں ایسا کرنے کی ہدایات دی
تھیں..... اب ٹاؤن جیوال کماں ملے گا۔ اگر تم نہیں ٹاؤن گے تو ہم پھر
بستہ بڑی طرح چیز آئیں گے۔“

”ریکھا جائے گا۔ مسٹر جیوال نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔“
”اور مسٹر اپٹال نے۔“

”اس نام کے کسی شخص کو تو میں جانتا تک نہیں۔“

”اور مسٹر راثور کے بارے میں کیا کہتے ہو۔“ وہ پھکنار کر

بوالے۔

”راثور..... یہ نام بھی پہلی بار سن رہا ہوں۔“

”اب آپ کو ہمارے ساتھ چلانا ہو گا..... یوں بات نہیں بنے
گی۔“ اسکلر جشید نے سرو آواز میں کہا۔

”تب پھر جیسے بات بنتی ہے بنا لیں..... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“
اس نے مکراتے ہوئے کہا۔

”وہ اسے دفتر لے آئے۔ کمرہ امتحان میں جب اسے ایک مشین

پہنچایا گیا تو ان کا خیال یہ تھا کہ وہ فریبونے لے گے گا، لیکن ایسا نہ ہو

سکا۔ وہ اس کی جنیں سنتے رہے پھر وہ بے ہوش ہو گیا، لیکن اس نے

معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔“

”اور آپ کو سونے کے جہاز کے بارے میں معلوم کیے۔“ یہ دیکھ کر اسکلر

جشید بوالے۔

انہوں نے اپنا ایجازت نام انہیں دکھایا۔ اور وہ ساکت رہ گیا۔
اب اسے ایک طرف ہٹا پڑا۔ اس نے اپنے گھر کے افراد کو بھی ایک
طرف کر لیا۔ انہوں نے ٹلاشی شروع کی۔ سرسری نظر میں ٹلاشی
لینے پر کچھ نہ ملا اب انہوں نے پاریک بینی سے ٹلاشی لی۔ تو ایک
الماری کے خیبر خانے سے ایک قائل ملی۔ جب انہوں نے قائل کا
مطالعہ کیا تو وہ اچھل پڑے۔ اس قائل کی رو سے رویا ش انشارچ کا
ایک لیکچر تھا۔ انہوں نے قائل اس کے ساتھ رکھ دی اور یوں لے
”اپ آپ کیا کہتے ہیں؟“

”کچھ نہیں۔ آپ مجھے گرفتار کر لیں۔ اس انعام میں میرا ہاتھ
تھا اور بس۔“ وہ مکرا لیا۔

”کمائی میں ختم نہیں ہو جائے گی۔ آپ کو یہ بھی بتانا ہو گا کہ
آپ نے ایسا کس کے کئے پر کیا۔“

”افسوس! میں نے یہ کام کسی کے کئے پر نہیں کیا۔ خود
کرایا۔“

”سوال یہ ہے کہ کیوں؟“

”میں مسٹر ایں ایم سے سونے کے جہاز کے بارے میں
سکا۔ وہ اس کی جنیں سنتے رہے پھر وہ بے ہوش ہو گیا، لیکن اس نے
معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔“

”اور آپ کو سونے کے جہاز کے بارے میں معلوم کیے۔“
کیا۔“ اسکلر جشید نے طہری بیجے میں کہا۔

”یہ نہیں بتائے گا... بت سخت جان ہے۔ حوالات میں بند کر دو... ہم اپنے طور پر معلوم کر لیں گے کہ جیرال، راثور اور ایکٹل کماں اسکلر کامران مرا زا پارٹی اور شوگر برادرز بھی وہیں پہنچ گئے۔ انہیں بھی مارے حالات سنائے گئے۔ اشتمارات دیکھ کر اسکلر کامران مرا زا ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے۔ ہم اتنی کوشش کے بعد بھی ان کا سراغ بدل نہیں لگائے۔“

”بھتی وہ آخر جیرال ہے۔ کوئی مذاق نہیں۔“

”لیکن اس بار تو انچارج راثور ہے۔“ - فاروق بولا۔

”بہرحال وہ بھتی مذاق نہیں ہے۔“ - اسکلر جشید سکرتے

”سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں۔ آخربی ہمارے یہوی بچوں کا نائلی دی۔“ ”آخر تم لوگ جماز ہمارے حوالے کرنے پر آناء ہوئی گئے۔“ ”ہمارا خیال بھی کی تھا۔ اب سنئے طریقہ کا۔“ جماز اشارچہ پہنچا منہ بیٹایا۔

”اس کا صاف اور سیدھا حل یہ ہے کہ اخبارات میں اشتمارات دیں۔ آپ کے یہوی پہنچے آپ کو مل جائیں گے۔“ ”کیا!!!“ وہ ایک ساققو چلائے۔

”اوہ! تو فون سب مل کر سن رہے ہیں۔“

”ہاں! کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔“

”آپ نے بات سن لی۔ جماز اور اشارچہ پہنچ گا۔“ اور آپ کے یہوی پہنچے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ آپ ان کا سراغ لگتے گا۔ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آپ انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ نہ صرف میرا۔ بلکہ سڑر ایکٹل اور سڑر

دوسرے دن کے اخبارات میں اشتمارات شائع ہو گئے۔ اور اسکلر کامران مرا زا پارٹی اور شوگر برادرز بھی وہیں پہنچ گئے۔ انہیں بھی مارے حالات سنائے گئے۔ اشتمارات دیکھ کر اسکلر کامران مرا زا ہیں۔“

”ٹھیک کیا گیا۔ لیکن کیا اب تک کوئی تیجہ نہیں لکلا۔“

”نہیں۔ بھتی انہوں نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔“

”ہوں۔ خیروں۔ دیکھا جائے گا۔“ وہ یوں لے۔

”ٹھیک تو بچے فون کی تھیں بھی۔“ ریسیور انھیا کیا تو جمال کی آواز

۔۔۔

”آخر تم لوگ جماز ہمارے حوالے کرنے پر آناء ہوئی گئے۔“ ”ہمارا خیال بھی کی تھا۔ اب سنئے طریقہ کا۔“ جماز اشارچہ پہنچا منہ بیٹایا۔

”اس کا صاف اور سیدھا حل یہ ہے کہ اخبارات میں اشتمارات دیں۔ آپ کے یہوی پہنچے آپ کو مل جائیں گے۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساققو چلائے۔

”اوہ! تو فون سب مل کر سن رہے ہیں۔“

”ہاں! کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔“

”آپ نے بات سن لی۔ جماز اور اشارچہ پہنچ گا۔“ اور آپ کے یہوی پہنچے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہ آپ ان کا سراغ لگتے گا۔ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آپ انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ نہ صرف میرا۔ بلکہ سڑر ایکٹل اور سڑر

رانور کا بھی۔ اس لئے کہ ہم نے ان لوگوں کو ایسی جگہ رکھا ہے۔ کے عالم میں مکارے بھی۔ ایسے میں فون کی سختی بھی۔
 جہاں تک آپ لوگ نہ تو اپنی جاسوسی کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں۔ اس
 اسکر جب شد نے فون کا رسیور انخلایا ہی تھا کہ دوسری طرف سے
 نہ اپنی عقولوں کے ذریعے۔ اور نہ کسی اور ذریعے سے۔ کسی نہ کہ ایک چوتھا دینے والی بات کی بھی۔
 طرح پہنچ بھی جائیں۔ اگرچہ امید ایک فیصد بھی نہیں ہے، تو اپنی
 "یا!!!!" ان سب کے من میں سے اٹلا۔
 وہاں سے چھڑا نہیں سکیں گے۔ اس لئے کہ وہ جگہ ایسی ہی ہے۔
 ○☆○

جہاں تک آپ کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔ آپ لوگ حضرت جمزا
 نظروں سے ان سب کو دیکھتے رہ جائیں گے۔ لیکن انہیں وہاں سے
 حاصل نہیں کر سکیں گے۔ وہ آپ کو دیکھ سکیں گے۔ لیکن آپ تک
 نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس وقت آپ لوگوں کے دلوں کی حالت کیا
 گی۔ اور ان کے دلوں کی کیا حالت ہو گی۔ یہ سوچ لیں۔ آپ
 سونے کا جہاز عزیز ہے۔ یا اپنے یہوی پئے۔

"اس میں شک نہیں۔ ایسے دس سونے کے جہاز بھی ہوں۔
 تو بھی ہمیں اپنے یہوی پئے ہی عزیز ہوں گے۔ لیکن یہ مسئلہ ہے۔
 ملک اور قوم کا۔ ایک چیز کو ہم اپنے ملک کے خزانے میں شامل کرنے
 ہیں۔ اب ہم اس قابل نہیں رہے کہ اس خزانے کو پھر دشمن ملک
 کے ہوا لے کر دوا جائے۔"

"یہ بات آپ ہم سے نہیں۔ اپنی انتظامی سے کریں۔"
 تو غرض ہے اپنے جہاز سے۔ یہ کہ کر رسیور رکھ دیا گیا۔ ان سر
 نے تھکے تھکے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ بے چہا۔

جوالی وار

”بہا نہیں انہوں نے یہ بات سوچی ہے یا کوئی اور بات۔۔۔ ایک
منٹ فھرے۔۔۔ کیوں نہ ہم اس معاملے میں صدر صاحب سے بات کر
لیں۔۔۔ انپکٹر کامران مرزا بولے۔۔۔
”اوہ ہاں! یہ صحیح رہے گا۔۔۔“

صدر صاحب سے رابطہ کیا گیا۔۔۔ ان کی آواز سن کر صدر

”یہ سرو... بھی بات ہے.... حوالات کی سلاخیں پکھلی ہوئی تی صاحب بولے۔۔۔
بیں.... حوالات کے باہر ہو کا نشیل موجود تھے۔۔۔ وہ راکھ کا ذہر بن گے۔۔۔
”ہاں جمیشی..... کیا حال ہے۔۔۔ اور یہ استخارات کیوں شائع
کرائے ہیں تم لوگوں نے۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ ہم آتے ہیں۔۔۔ کسی چیز کو چھیننا نہ جائے۔۔۔ انپکٹر
جمشید نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔۔۔
”سر۔۔۔ اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔“

”ہاں جمیشید کو۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔“
انہوں نے سارے حالات اپنیں سنادیے۔۔۔ ان کے خاموش

”آخر راتور وغیرہ نے ہمیں پوری طرح اپنے فکری میں لے چکے ہوئے پر صدر صاحب بولے۔۔۔
لیا۔۔۔“

”اور ہمارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے۔۔۔ خان رحمان بولے۔۔۔
”ہم اس سلسلے میں آپ سے صرف مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔“
انپکٹر جمیشید نے کہا۔۔۔

”خبریہ تو نہیں کہا جا سکتا خان رحمان۔۔۔ اس لئے کہ سونے کے
جہاز کا سراغ وہ ابھی تک نہیں لگا سکے۔۔۔“

”وہ ظاہر ہے۔۔۔ انہوں نے سوچ لیا ہو گا کہ آپ نے جہاز سے
سوٹا نکلا کر سرکاری خزانے میں بچ کر وا دیا ہو گا۔۔۔ اور جہاز کو سندھر

میں غرق کروا دیا ہو گا۔۔۔“

"یہ حکم سن کر تمہیں غصہ نہیں آیا جشید"۔
"نہیں سرت"۔

"کوئی افسوس بھی نہیں ہوا"۔

"نہیں سرت۔ افسوس بھی نہیں ہوا"۔

"لیکن تم نے تو یہ سوچا ہو گا کہ حکومت نے آپ لوگوں

بیوی بچوں کا کچھ بھی خیال نہیں کیا"۔

"نہیں سرت۔ ایک لمحے کے لئے بھی ہم میں سے کسی نے

نہیں سوچا"۔

"یہست خوب۔۔۔ تم سب واقعی اس ملک اور قوم کے ہمروز ہر

لیکن ایک خبر تمہیں میں بھی سناؤں گا جشید"۔

"ضرور سنائیے"۔

"خبر یہ ہے کہ میرے بیوی بچے بھی تم لوگوں کے بیوی بچوں

لوسرے کی طرف رکھا۔۔۔ پھر محمود اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا۔۔۔

ساتھ ہیں"۔

"تی۔۔۔ کیا فرمایا آپ نے"۔ وہ دھک سے رو گئے

"ہاں! یہ نہ سمجھتا جشید۔ کہ صدر نے یہ فیصلہ اس بات

پروا۔۔۔ کرتے ہوئے کیا ہے کہ آپ لوگوں کے بچے دشمن کی قید میں

تو ہوا کریں۔۔۔ سونے کا جہاز ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔۔۔

جشید۔۔۔ میری بیوی بچے بھی ان کے ساتھ ان کی قید میں ہیں۔۔۔

کے باوجود جہاز ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔۔۔ کیونکہ تم وہ سرکا

زبانے میں شامل کر چکے ہوئے۔۔۔ وسرے یہ کہ یہ ملک کی عزت کا سوال
ہے"۔

"نہیں سرت۔۔۔ بھی بات ہے"۔

"لیکن اب تم ان کے حوالے نہیں کریں گے"۔

"تمہیک ہے سرت۔۔۔ جو آپ کا حکم"۔

فون بند ہونے کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف رکھتے رہ گئے

"دیار صدر صاحب نے تو ہمیں شرمندہ ہی کر دیا تھا۔۔۔ وہ تو خدا

کا ٹھہر ہے۔۔۔ میں نے ان سے صرف اتنا کہا تھا کہ ہم مشورہ چاہتے

ہیں۔۔۔ یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

اسی وقت دروازے کی ٹھیکنی بھی۔۔۔ انہوں نے چوک کر ایک

لوسرے کی طرف رکھا۔۔۔ پھر محمود اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا۔۔۔

جب وہ واپس پلٹا تو اس کے ساتھ منور علی خان تھے۔

"السلام علیکم"۔۔۔ وہ بولے۔۔۔

"وعليکم السلام۔۔۔ بالکل وقت پر آئے"۔

"نہیں تو۔۔۔ میں تو اپنی کار پر آیا ہوں"۔۔۔ وہ فوراً بولے۔۔۔

"یہ اور اچھا کیا آپ نے ایک۔۔۔ کیونکہ اگر آپ یہاں تک

ہوئی جہاز پر آتے تو بھی ہم کیا کر لیتے"۔

"ہوں تھیک ہے۔۔۔ لیکن حالات کیا ہیں؟"

"آپ بیشیں... بتا دیتے ہیں۔"

بتایا۔

انہیں بھی حالات سنائے گئے آخر میں وہ بولے۔

"اس کا مطلب ہے... پہلے ہمیں اس جگہ کا سراغ لگانا ہو گا۔

پھر پھول تک پہنچنا ہو گا۔ جب کہ راستے میں راثور جیسے شخص سے
کلراو بھی ہو گا۔ جراں اور ابطال اس کے ساتھ ہوں گے۔ پھر ان تک عینہ اور ان خوفناک ترین دشمنوں سے جگ کرنے کی ضرورت
یہ کتنا کہ کسی طرح بھی اس مقام تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ یہ دعویٰ
بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو کوئی وجہ بھی ہے
گی۔ قذما غور طلب بات یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ منور علی خان
نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل صحیح۔ تم ہی چنان منور علی خان۔ ہم کیا کریں۔"

"جب تک ہم اس جگہ کے آس پاس نہیں پہنچ جاتے۔ اس کے کہ جراں وغیرہ کو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ انہیں اس وقت معلوم
وقت تک کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس جگہ کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہو گا۔ جب ہم یہاں پہنچ پہنچے ہوں گے۔"

ہی کچھ سوچا جا سکتا ہے۔ کچھ کیا جا سکتا ہے۔ وہ بولے۔

"ان شاء اللہ۔" ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

اور پھر دوسرے دن وہ رات کے وقت ایک خفیہ جگہ سے روانہ
ہوئے۔ خفیہ جگہ بھی وہ عجیب انداز میں پہنچے تھے۔ عجیب انداز یہ تھا
کہ پہلے میں ایک اور کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ بات اشاروں میں ہتاں گا۔ کیونکہ دیواروں کے بھی کان انہیں نہ جانے کتنی چیزیں عبور کرنا پڑیں۔ تب وہ ایک پتلی سی گلی
ہوتے ہیں۔ خدا کا ٹھکر ہے۔ یہ دیواریں۔ اشاروں کی زبان شیں میں پہنچے۔ جہاں ایک پرانی بے کار سی بند گاڑی کھڑی تھی۔ یہ
سمجھتیں۔" اسکل جشید نے سکرا کر کیا۔ پھر انہوں نے اشاروں میں گاڑی بھی ان کی ہدایت کے مطابق دیاں لائی گئی تھیں۔ اس گاڑی نے

"کیوں نہ ہم اشارجہ کے صدر کے پیوں پنجے اغوا کر لائیں۔"

"اے! وہ اچھل پڑے۔"

"اس طرح ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس جگہ کا سراغ لگانے، دیاں

تک عینہ اور ان خوفناک ترین دشمنوں سے جگ کرنے کی ضرورت
یہ کتنا کہ کسی طرح بھی اس مقام تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ یہ دعویٰ
بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو کوئی وجہ بھی ہے
گی۔ قذما غور طلب بات یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔" منور علی خان

نے جلدی جلدی کہا۔

"سو دا خوب نقدر ہے گا۔" اسکل کامران مرزا نے آئیکی کی۔

"بالکل صحیح ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔" شوکی نے اشارے

میں کہا۔

"تو پھر خیہ طور پر تیاری کرو۔ ہم اس طرح تک سے لفٹیں

وہی کہ کیا جا سکتا ہے۔ اس جگہ کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہو گا۔ جب ہم یہاں پہنچ پہنچے ہوں گے۔"

ہی کچھ سوچا جا سکتا ہے۔ کچھ کیا جا سکتا ہے۔ وہ بولے۔

"اوہ! کیا کیا جا سکتا ہے۔" ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

اور پھر دوسرے دن وہ رات کے وقت ایک خفیہ جگہ سے روانہ

ہوئے۔ خفیہ جگہ بھی وہ عجیب انداز میں پہنچے تھے۔ عجیب انداز یہ تھا

کہ پہلے وہ اپنے گھر کی پھٹت سے پڑوی کی چھٹت پر اترے۔ اس طرح

کیونکہ دیواروں کے بھی کان انہیں نہ جانے کتنی چیزیں عبور کرنا پڑیں۔

تب وہ ایک پتلی سی گلی ہوتے ہیں۔ خدا کا ٹھکر ہے۔ یہ دیواریں۔ اشاروں کی زبان شیں میں پہنچے۔ جہاں ایک پرانی بے کار سی بند گاڑی کھڑی تھی۔ یہ

سمجھتیں۔" اسکل جشید نے سکرا کر کیا۔ پھر انہوں نے اشاروں میں گاڑی بھی ان کی ہدایت کے مطابق دیاں لائی گئی تھیں۔ اس گاڑی نے

منوبے کا افتتاح کرنا تھا۔ کئی پروگرام دوسرے ملکوں کے دوروں کے
تھے۔ وہ ان پروگراموں کو پار پار پڑھتے اور غور کرتے رہے۔ ایسے
میں فرزانہ نے کہا۔

”یہاں ایک چھوٹی سی خبر ہے۔۔۔ شاید یہ کام کی ثابت ہو۔۔۔“
فرزانہ کی بات سن کر سب لوگ اس خبر پر جنگ لگھے۔ خبر کے
الفاظ یہ تھے۔

”ہر سال کی طرح اس پار بھی انتشارجہ میں ۲۵ جتوڑی
کو جشن منایا جائے گا۔ پورا انتشارجہ اس بوز کوئی کام نہیں
کرے گا۔۔۔ صرف جشن منائے گا۔۔۔“

”یہ خبر ہمارے لئے کس طرح مفید ہو سکتی ہے جھلان۔ فرزان
کیسی تھارا دماغ تو نہیں چل گیا۔۔۔ فاروق نے پرا سامنہ بنا�ا۔

”میرے دماغ سے پسلے تھارا دماغ چلتے گا۔۔۔ اب یہ تم دکھے
لو۔۔۔ ابھی تھارا دماغ چلا ہے یا نہیں۔۔۔“ فرزانہ نے جھلان کر کہا۔

”لیکن تم نے یہ کیسے کہ دیا کہ تھارے دماغ سے پسلے میرا دماغ
چلتے گا۔۔۔ فاروق کے لیے میں حیرت تھی۔۔۔“

”میرا دل کتا ہے کہ اگر میرا دماغ چلا تو اس سے پسلے تھارا
دماغ چلتے گا۔۔۔“ فرزانہ نے مدد بنا�ا۔

”یہ دونوں تو پڑھنے دماغ کے چلنے کے بھی کیوں نہ تم کوئی کام
کی بات سمجھیں۔۔۔“ آصف نے جمل کر کہا۔

اسیں ایک غیر آباد ساحل تک پہنچا دیا۔۔۔ ساحل سمندر پر اتر کر انہوں
نے دور دور تک ویکھا کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہ آیا۔

”علوم ہوتا ہے۔۔۔ ہم ان کی نظریوں سے بچنے میں کامیاب
ہو گئے ہیں۔۔۔ محمود بولا۔۔۔“
”ایسا ہی لگتا ہے۔۔۔“

ساحل پر ایک بڑی لانچ موجود تھی۔۔۔ اس لانچ کے ذریعے دا
ایک چھوٹی سی ریاست تک پہنچ۔۔۔ اس ریاست کا حکمران ان کا دوست
تھا۔۔۔ وہاں انہوں نے میک اپ کیے۔۔۔ ان کے میک اپ کے مطابق
اسیں کافیزات مل گئے۔۔۔ ان کافیزات کے ذریعے وہ انتشارجہ میں ہوائی
راتے سے داخل ہو سکتے تھے۔۔۔ اور ان پر کوئی ملک نہیں کیا جا سکتا
تھا۔۔۔ کیونکہ اس ریاست کے تعلق انتشارجہ سے بہت اچھے تھے۔

اب وہ انتشارجہ میں تھے اور ان کے سامنے یہ سوال تھا کہ ”
صدر کے بیوی بچوں ملک کس طرح پہنچیں۔۔۔ پسلے انہوں نے ایک
ہوش میں چند کرے لیے۔۔۔ ایک دن وہاں آرام کیا۔۔۔ اس دوران
انہوں نے سوچا، غور کیا۔۔۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اخبارات پڑھنے
چاہئیں۔۔۔ ان سے صدر کے پروگراموں کا علم ہو گا۔

انہوں نے تازہ اخبارات کا مطالعہ شروع کیا۔۔۔ بے شمار پروگرام
ایسے تھے۔۔۔ جن کا اعلان کیا گیا تھا۔۔۔ کہیں انتشارجہ کے صدر کو کسی
ملک کے سربراہ سے ملاقات کرنا تھی۔۔۔ کہیں اپنے ملک کے کسی بڑے

”پہلے فرزانہ کی خبر پر غور ہو جائے۔ آخر یہ خبر ہمارے کس طرح کام آئکن ہے۔“ - آنکاب سکرایا۔

”غور کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ فرزانہ سے پوچھ لیا جائے۔ ہاں تو فرزانہ وضاحت کرو۔“ - شوکی نے جلدی سے کہا۔

”بھی نہیں۔ خود غور کرو۔“ - فرزانہ نے ٹھملہ کر کہا۔
وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر رفتت نور سے اچھل۔

”اوہ! واقعی۔ یہ بات بہت تزویردار ہے۔“

”لیکن کون یہ بات۔ پہلے یہ بات تو ہتا تو۔“ - حمسن نے جل کر آسانی میسر نہیں آئے گی۔ اس دن کسی کو احساس تک نہیں ہو گا۔
ہم بھی اس دن انتشارجہ کے لوگوں چیزے لباس اور میک اپ میں ہوں گے۔

”بھی خوبی۔ جشن منائیں گے۔ پولیس والے بھی اس روز انہی گے۔“

ڈیوٹی نہیں دیں گے۔ جشن منائیں گے۔ لہذا ایسے میں صدر کے پیوی بچوں کو نکال لانا کون سا مشکل کام ہو گا۔“

”لیکن ایسا کرنے سے پہلے واپسی کی تیاری کرنا ہو گی۔“

”واپسی کی ٹکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں صرف انتشارجہ کے ایک غیر آباد ساحل تک جانا ہے۔ باقی کام ہماری دوست ریاست پلے۔“

کرے گی۔ اس کی لاچیں انتشارجہ کے ساحل تک جا سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس ریاست کا صدر بظاہر عیسائی ہے۔ لیکن اندر سے نہیں۔“

”تو پھر میں فاروق کو ساتھ لے جاؤں گا۔“
وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ لیکن اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس اعلان کے بعد وہ ریاست کا صدر نہیں رہ سکے۔

”یہ سن کر حیرت ہوئی۔ ہمارا خیال تھا۔ آپ ایجاد کو ساتھ لے جائیں گے۔“

کامران مرزا نے بالکل انشارجہ کے لوگوں میں بھی میں کما۔

"اوہ فو۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"اصل نظارہ تو باہر ہی ہے۔"

"تو چلو۔ باہر پڑتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ باہر کی طرف پڑنے لگے۔ لیکن ایسے میں انسوں نے کما۔

"کیا بچوں کو ساتھ نہیں لیں گی۔"

"میرا خیال ہے۔ وہ اندر ہی لطف انداز ہو رہے ہیں۔"

"لیکن جو لطف انہیں باہر ملے گا، اندر نہیں مل سکتا۔"

"چھپی بات ہے۔ انہیں بھی لے چلتی ہوں۔"

"اس کے پیچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ تم خوبصورت سرخ د

آج ایوان صدر کے دروازے بھی کھلتے تھے۔ اس میں داخلہ بھی آجھی پیچے۔ بالکل نیلی آنکھوں والے۔ اس نے ان کے ہاتھ پکڑے

منج نہیں تھا۔ عام لوگ بھی اندر آ جا رہے تھے۔ اسکے کامران مرزا بھروسہ باہر کی طرف چلی۔ لیکن باہر اسے کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔

اور فاروق بھی اندر داخل ہو گئے۔ وہ بالکل ان کے انداز میں ہا۔ بس وہی کچھ تھا۔ جو ہر طرف تھا۔ اس نے گھور کر اسکے کامران مرزا

ہے تھا۔

آجھی کو دیکھا۔

"یہاں کیا خاص بات ہے؟"

"بھی آپ باہر کب تکلی ہیں۔ ایسا نظارہ آپ نے دیکھا تک

تھے۔ ان کے بچوں سے بھی مل رہے تھے۔ یوں سے ہوتا نہیں ہو گا۔ آپ آگے بڑھیں تو نظارہ کر سکیں گی ہا۔"

"چھپی بات ہے۔ اور آگے چلے چلتے ہیں۔"

"ان کی باقی لوگوں کے ساتھ موجودگی ضروری ہے۔"

سکرائے

"تو پھر یہ ملے رہا۔" اسکے چند بولے

"بالکل۔" سب نے ایک ساتھ کما۔

○☆○

25 جنوری کو سارا انشارجہ جس کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔

ان لوگوں نے بھی مقابی لباس پہن لئے تھے اور اپنے ملے بھی ان جی

بنالے تھے۔ وہ سیدھے ایوان صدر پہنچے۔ ہر طرف ہا ہو کاٹ

تھا۔ آجھی کو دیکھی۔ اور کھانا پینا تھا۔ وہ اس بڑی طرح آجھی کا

رہے تھے۔ جیسے انہیں دنیا میں بس اسی کام کے لیے تو بھیجا گیا تھا۔

آج ایوان صدر کے دروازے بھی کھلتے تھے۔ اس میں داخلہ بھی آجھی پیچے۔ بالکل نیلی آنکھوں والے۔ اسکے کامران مرزا

اور فاروق بھی اندر داخل ہو گئے۔ وہ بالکل ان کے انداز میں ہا۔ بس وہی کچھ تھا۔ جو ہر طرف تھا۔ اس نے گھور کر اسکے کامران مرزا

ہے تھا۔ آجھی کو دیکھا۔

وہی کام لوگ صدر سے آجھی کو دیکھا۔

"بھی آپ باہر کب تکلی ہیں۔ ایسا نظارہ آپ نے دیکھا تک

تھے۔ اور صدر صاحب بھی ان سے بالکل عام لوگوں کی طرح مل

تھے۔ ان کے بچوں سے بھی مل رہے تھے۔ یوں سے ہوتا نہیں ہو گا۔ آپ آگے بڑھیں تو نظارہ کر سکیں گی ہا۔"

ربی تھی۔ وہ اس کے قریب بکھن کر بولے۔

"یہاں آپ نے باہر کا نظارہ نہیں کیا اب تک؟" اس

جشن کا دن تھا..... دور دور تک کسی خوف کا نام و نشان نہیں

"تو پھر آپ کو کچھ اور آگے چلتا ہو گا..... ہمارے بال ساتھی

تھا..... ایسے میں خاتون اول کو بھلا کیا خوف ہوتا..... اپنے بچوں کے ساتھ لے گئے ہیں"۔

دور تک آئی اسپکٹر کامران مرزا اور فاروق بھی اس کے ساتھ ساتھ

تھے..... یہاں آکر فاروق سر کے مل کھرا ہو گیا..... اور دونوں ہاتھوں کی

"گاڑی لے آتا ہوں میں آپ بیسیں خمرس"۔

"اوکے"۔

اسپکٹر کامران مرزا دوڑ کر گئے اور جیپ لے آگئے اُنہیں

بچے حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے دوسرے لوگ بھی جیپ میں بٹھایا گیا..... فاروق ان کے ساتھ بیٹھا اور پھر اس نے جیپ

سے ایک روپال نکال کر ان کے چہرے کے سامنے لہرایا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" صدر کی بیکم کے مذہب سے لکھا۔

"یہاں کی آنکھیں حیرت اور خوف سے چلیں گئیں۔ ساتھ

لوگ اس سے کہیں زیادہ حیرت انگلیز کام و کھارہ ہے ہیں کیا آپ دیکھنی دے ہے ہوش ہو چکے تھے

پسند کریں گے"۔

"ضرور کیوں نہیں کس طرف چلتا ہے"۔

اور وہ اُنہیں اپنے ساتھیوں کی طرف لیتے چلے گئے یہاں تبدیل وہ ان لوگوں کو اپنے ملک تک لانے میں کامیاب ہو گئے

کہ وہ ان کے درمیان پہنچ گئے

"یہ ہیں وہ حیرت انگلیز لوگ یہ آپ کو ایسے ایسے حیرت انگلیز پہل کی گم شدگی کی خبر شائع ہوئی تھی پورے اثارات میں اُنہیں

کام و کھاکتے ہیں کہ آپ نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھے ہوں گے"۔

"لاش کیا جا رہا تھا گمراہ کی جلاشی لی جا رہی تھی ایسے میں جمال

"ہم ضرور وہ کھانا پسند کریں گے آج کا دن ہے ہی کہ لاگوں اُنہیں موصول ہوا۔

"اُنپکٹر جیشید کہیں یہ کام تم لوگوں کا تو نہیں"۔

"آپ نے بالکل درست اندازہ لگایا مسٹر جیال... صدر... یوں بنے ہمارے پاس ہیں۔ اور آپ لاکھ سرانچ لگائیں، ان تک نہیں بخسختے۔"

غائب ہو جائیں

انہوں نے رسیور اخھلا تو دوسرو طرف سے جیال کی آواز سنائی

"ہم نے صدر سے بات کر لی ہے۔"

"تب پھر... کیا جواب ملا آپ کو۔"

"ان کا جواب بہت عجیب ہے۔ بلکہ غریب بھی۔" جیال نے یہ الفاظ ہنس کر کے

"اچھا... ذرا ہم بھی تو سنیں۔"

"انہوں نے کہا ہے۔ میرے یوں بچوں کی پرواہ کریں...." "اچھا... کام کیوں کرنے کا جہاز حاصل کریں۔"

"کیا!!! وہ دھک سے رہ گئے... اور دوسرو طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

"ہاں! اب آپ لوگ خود سوچیں کہ آپ ابھی بھی دیں کھڑے ہیں... جہاں پہلے کھڑے تھے۔ ہمارے صدر کے بچوں کو افواکر کے آپ کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا۔"

"اوہ! تو میرا خیال درست تھا۔ تم نے یہ جوابی وار کیا ہے۔ ابھال اور راثور کسی طرح یہ بات ماننے پر تیار نہیں تھے۔"

"خیر، اب انسیں ہادیں... کہ وہ یہ بات مان لیں۔" اپنے جمیشید مکرانے۔

"اچھی بات ہے۔ میں صدر صاحب سے بات کرتا ہوں۔"

انہوں نے اجازت دے دی تو ہم تم لوگوں کے یوں بچوں کو چھوڑ رکھے۔ تم ان کے یوں بچوں کو چھوڑ دیتا۔ کیا خیال ہے۔"

"اگر یہ خیال نہ ہوتا تو ہم یہ کام کیوں کرتے۔"

"لیکن بھی... تم نے یہ کام کیا کیے؟"

"یہ راز کی بات ہے۔" وہ مکرانے۔

"اچھی بات ہے۔ میں ٹھیک آدمی کھٹے بعد فون کروں گا۔ میرے کام کیوں کرنے کا جہاز حاصل کریں۔" اور جہاؤں گا کہ صدر صاحب نے کیا جواب دیا ہے۔

"اچھی بات ہے۔" اور پھر ٹھیک آدمی کھٹے بعد فون کی تھیں بھی۔ ○☆○

”اُس جگہ... جہاں اپنیں رکھا ہوا ہے۔“

”لیکن ایا جان۔ آپ سے ایک سوال ہے... اور وہ یہ کہ...
ونے کا جہاز کمال ہے؟“

”بھی یہ نہ پوچھو۔ بس یوں سمجھ لو۔ وہ اپ ہمارا سرکاری
فرانہ بن چکا ہے۔“

”لیکن سرکاری خزانے میں شامل ابھی تک نہیں ہوا۔“

”شاید کسی بات ہو اور شاید یہ بات نہ ہو۔“

”میرے ذہن میں ایک عدد ترکیب سراہمار رہی ہے۔“ فرزانہ

”جلدی سے اس کا شکریہ ادا کرو۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔

”لیکن... کس کا۔“ پروفیسر داؤڈ بے وحیانی کے عالم میں بولے۔

”اچھا ہو گا غلط۔ تو پھر تم بتا دی۔ اب ہم کیا کریں۔“ آفتاب

اس سے پہلے تو یہی ذکر ہوا ہے کہ پروفیسر داؤڈ پتھر کے بت بن پکے ہیں

اور اب اچانک ان کی موجودگی... چہ معنی دارو؟)

”ہمیں اس مقام کا سراغ لکھا ہو گا۔ جہاں ہمارے یوں ہے۔“

”ترکیب کا۔ جو ان حالات میں بھی سراہمار رہی ہے۔“

”تو میں اپنی ہمیزوں کی کائیں دے دیتا ہوں جیشید۔ جھڑا نہاری۔“ محمود بولا۔

”اوہ اچھا۔ شکریہ اے پیاری ترکیب۔“

”لیکن ہٹک اروپیس۔ اوہ سوری۔ انکل پروفیسر۔ ابھی

ترکیب تو کسی نے سئی تک نہیں۔ آپ نے اسے پیاری ترکیب کر کر

کیا۔“ یوں بھی نہیں اور یوں بھی نہیں۔ آخر جائیں تو جائیں تاکہ

کمال۔ آصف نے گلستان کے انداز میں کہا۔

”دعت تحریر کی۔“ محمود نے جلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا

لیکن اس کا ہاتھ مکھن کی ران پر پڑا۔

”نشانہ بست کچا ہوتا جا رہا ہے جناب کا۔“ مکھن نے بلبلہ کر کہا۔

”بھی افسوس ہے۔ اس کو پتند کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”محمود نے شرم مدد ہو کر کہا۔

”اب ہم کیا کریں گے۔“ رفت نے گھبرا کر کہا۔

”عیش کریں گے۔ اس لئے کہ میش کے ہوئے ہمیں بہت

ہو گے۔“ آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

”غلط۔ ہالک غلط۔ ہم نے پہلے کب عیش کی کہ یہ کہا۔“

”سکے... بہت دن ہو گئے۔“ فاروق مسکرا یا۔

”اچھا ہو گا غلط۔ تو پھر تم بتا دی۔ اب ہم کیا کریں۔“ آفتاب

نے جل بھن کر کہا۔

”ہمیں اس مقام کا سراغ لکھا ہو گا۔ جہاں ہمارے یوں ہے۔“

”سو نا تو ہم بھی ان کے حوالے نہیں کریں گے۔“

”تو میں اپنی ہمیزوں کی کائیں دے دیتا ہوں جیشید۔ جھڑا نہاری۔“

”کرو۔“ خان رحمان نے ٹک ٹک آئے ہوئے انداز میں کہا۔

”نہیں... یہ بھی ہار ماننے کے برابر ہے۔“

”یوں بھی نہیں اور یوں بھی نہیں۔ آخر جائیں تو جائیں تاکہ

کمال۔ آصف نے گلستان کے انداز میں کہا۔

"بھی.... فرزانہ کی سوچی ہوئی ترکیب ہے۔ یہ بھی تو موجود پروفیسر مکرانے

"م پاگک... کون م پاگک... ارے ہاں اچھا... وہ اپنے جم آپ۔ آئیے اندر۔ آپ سے کیا پردہ۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے۔ خوب۔ اب کیا کریں؟" "ترکیب شیں۔ اور کیا کریں؟" اسکنڈر کامران مرزا نے کہا۔ تو از میں کہا۔

اور وہ سب فرزانہ کی طرف گھوم گئے۔ اب سب کے سامنے "اجازت ہی تو دے رہا ہوں۔" اسے لگے گھورنے۔

"ارے ہاپ رے۔ آپ سب مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں بے۔" "کھاتو نہیں جائیں گے۔" "لگ۔ کس نے بھجا ہے؟" وہ چوک کر بولا۔

"ایسا ہمارا کوئی ارادہ نہیں۔ یوں بھی ہمارا ہاضم اتنا طاقت نہیں ہے۔" خان رحمان گھبرا کر بولے اور سب مکرانے لگے۔ ایسے میں دروازے پر دھک ہوئی۔

"ہاں اچھا۔ ثی سی ایس صاحب۔ اچھا کیا کہا ہے انہوں نہیں۔ یہ انداز تو جانا پچانا ہے۔" خان رحمان بولے

"میں دیکھتا ہوں۔" محمود نے کما اور دروازے پر چلا گیا۔ "ثی سی ایس نہیں۔ ثی ایس ایم۔" اندر سے فاروق نے اسے

"فرزانہ کیسی ترکیب تمہارے دلخی سے نکل نہ جائے۔" خواجہ گورا۔ بولا۔

"وہی وہی۔ میں انہی کی بات کر رہا تھا۔ ہاں تو۔" کیا کہا

ہے۔ انہوں نے۔

"گر رہے ہیں۔ میں اب صحت یا ب ہوں۔ کیا آپ کی اس بنگ میں شرکت کر سکتا ہوں۔"

"ضرور ضرور۔ کہل نہیں۔ وہ اور آپ تو اب ہمارے ساتھی

"نہیں۔ حفظ ہے۔ ٹھرنا کرو۔"

اوھر محمود نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

"ہاں۔۔۔ یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

"جی۔۔۔ یہ میں ہوں۔۔۔ سہ۔۔۔ پاگ۔" آواز سنائی دی۔

بن کے ہیں... جائے... اسیں لے آئے۔ میں دروازہ کھلا چھوڑ
اندر جا رہا ہوں۔"

"اوہ اچھا... شکریہ بہت بہت۔"

"تمود و اپس مزگیا... اوہ فرزانہ ترکیب بنانے کے لئے تیار نہیں ہمارے دست چمپانگ کو تو نظر آتے ہاں۔"
خُنی... لیکن ایسے میں فرحت بول اٹھی۔
"اوہ ہاں۔ یہ بھی ہے۔ خوب معلوم ہوا۔... سُر ابطال تو
ایک منٹ تھوڑا فرزانہ... پسلے بے چارے نی ایس ایم اندر نہیں ہیں۔ لیکن دیواروں کے کان والی بات اپنی جگہ جوں کی توں
ہے۔ اس کا کیا کریں۔"

"فرزانہ ترکیب لکھو دے۔" انسپکٹر جیشید مسکراۓ۔

"ہاں! یہ تھیک رہے گا۔"

فرزانہ نے کافی قلم سنبھال لیا اور ترکیب لکھنے لگی۔ ایسے میں

پروفیسر داؤڈ بولے۔

"ایک منٹ تھوڑا فرزانہ۔"

"جی... کیا مطلب؟" فرزانہ پوچھی۔

"دیواروں کے صرف کان ای میں آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔"

"اوہ... ارے۔ ہاں۔ یہ بات تو ہم بھول ہی گئے۔ تب

پھر۔ آپ آنکھوں کا کیا علاج کریں گے۔" آفتاب بولا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔" پروفیسر داؤڈ مسکراۓ۔

انہوں نے اپنی جب سے ایک الیکٹریک آلہ نکالا۔ اور اس کو

دیواروں سے لگا کر دیکھنے لگے۔ ایک جگہ اچانک وہ اچھل پڑے۔

جلد ہی ایس ایم اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ شاید کافی خون پر کیا تھا۔

"آئیے... تشریف رکھئے۔ آپ کو بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔"

"ہاں بھی فرزانہ۔ اب ہتاو۔ کیا ترکیب ہے۔"

"نہ ہتاہا فرزانہ۔" فرحت بولی۔

"کیا کہا۔ نہ ہتاہا۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

"ہاں! نہ ہتاہا۔"

"ہاں! میں نے بھی کہا ہے۔ نہ ہتاہا۔ اس لئے کہ دیوار

کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اور پھر ابھی ابھی محمود نے دروازہ کھلا چھوڑ

دیا تھا۔ کیا خبر اس دوران سُر ابطال اندر آگئے ہوں۔"

"کیا!!!،" وہ ایک ساتھ بولے۔

"قلط۔ یا انکل قلط۔" فرزانہ بولی۔

"کیا قلط۔ یا انکل قلط۔" کئی آوازیں اپھریں۔

"یہ کہ سُر ابطال اندر ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ اندر ہوتے تو

محمود و اپس مزگیا۔ اوہ فرزانہ ترکیب بنانے کے لئے تیار نہیں ہمارے دست چمپانگ کو تو نظر آتے ہاں۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بھی ہے۔ خوب معلوم ہوا۔... سُر ابطال تو

"ایک منٹ تھوڑا فرزانہ۔" پسلے بے چارے نی ایس ایم اندر نہیں ہیں۔ لیکن دیواروں کے کان والی بات اپنی جگہ جوں کی توں

ہے۔ اس کا کیا کریں۔"

"اوہ اچھا۔"

پروفیسر داؤڈ نے ایک پار پھر تمام دیواروں کو چیک کیا۔ آخر بولے۔

"میں بس۔ لیکن ایک تھا۔"

"اس کے باوجود۔ ترکیب لکھ کر ہی دی جائے۔" رفت بولی۔

"میں کی کتنے والا تھا۔" اسپر کامران مرزا مکرانے اور رفت

شاگری۔

فرزادہ پھر کافہ، قلم سنبھال کر بینہ کئی اور سب اس کے ارد گرد
جمع ہو گئے۔ اب اس کا قلم تجزی سے جمل رہا تھا اور وہ ساتھ ساتھ
ترکیب پڑھ رہے تھے۔

"ترکیب یہ ہے کہ ہم عائب ہو جائیں۔ کوئی اس وقت ہمیں جیوال وغیرہ کا سراغ لگانا ہے۔ اور سراغ لگانا
یہت مشکل ثابت ہو رہا ہے۔ تو کیوں نہ ہم بالکل عائب ہو
جائیں۔ یہاں تک کہ جیوال، ابھال اور رانور کو خود ہمارا
سراغ لگانا چاہئے۔ ہمارا سراغ لگانے کے چکر میں وہ آخر
ہمارے سامنے تو آئیں گے۔ اس طرح کوئا لانا ہم ان کا
سراغ لگائیں گے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"اس میں شک نہیں فرزاد۔ ان حالات میں اس سے بہتر
ترکیب کوئی ہو یہ نہیں سکتی۔" اسپر کامران مرزا نے تعریف کی۔
"واقعی۔ مان گئے۔ پھر کی تو اب اتنی پرشانی نہیں رہی۔"

دہاں تکھی جتنا ایک سیاہ نشان سا لگا تھا۔ اس نشان پر لگنے کے بعد
آئے نہ اشارات دیے تھے۔

"یہ دیکھو۔ انتہائی جدید کیمرف۔ اس پاس یا کچھ فائل پر کچھ
لوگ یہاں ہونے والی پوری کارروائی نہ صرف سن رہے ہیں۔ بلکہ
دیکھ بھی رہے ہیں۔"

"اڑے باپ رے۔ اس کا مطلب ہے۔ میرا ترکیب کا لکھنا
بھی بیکار جاتا۔"

"ہاں! ہمارے ساتھ وہ بھی ترکیب پڑھ لیتے اور اس طرح معاملہ
بیکار ہو جاتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کوئی کس وقت لگا گیا۔" پروفیسر
حراب ہو کر بولے۔

"اس کا جواب یہ گرم دے سکتی ہے۔ لیکن وہ تو پہلے ہی نہیں
ہے۔ اب صاف ظاہر ہے۔ جب انہیں انخوا کیا گیا۔ اس وقت ہی
یہ آلہ یہاں چپکایا گیا تھا۔" اسپر جمیلہ مکرانے

"بالکل ٹھیک۔ خیر۔ اب ہم آزادانہ بات چیت کر سکیں
گے۔" یہ کہ کر انہوں نے آئے کو اتار کر اپنے پر س میں رکھ دیا۔
ایسے میں فرحت بول انھیں۔

"لیکن میرا خیال ہے۔ ابھی آپ مزید چیک کر لیں۔" ہو رک
ہے اس قسم کا کوئی اور آلہ بھی کہیں موجود ہو۔"

"چھی بات ہے۔"

جس طرح ہمارے پچھے ان کے قبضے میں ہیں۔ اسی طرح ان کے صدر کے بیوی پچھے ہمارے قبضے میں ہیں۔ اب جہاز تک پہنچتا ہے انہیں۔ لہذا وہ ہمیں خلاش کریں گے۔ یہ ان کی صورت ہے۔

”مطلوب یہ کہ یہ طے رہا۔ ہم غائب ہو جائیں۔“ شوکی بولا۔

”ہاں بالکل۔ کیوں۔ کیا تم پکھ اور کہا چاہتے ہو؟“ اسپکٹر جشید سکرائے۔

”جی ہماری تعداد ہمیں پوری طرح غائب نہیں ہونے دے گی۔ جیراں غیرہ ہمیں میک اپ میں ہونے کے باوجود گن کر پہنچان کئے ہیں۔ اور سامنے آئے بغیر گرانی کر سکتے ہیں۔ اس وقت وہ یہی توکر رہے ہیں۔ یعنی سامنے ڈین آ رہے۔ ہمیں اس گھبراہٹ میں جلاز رہنا چاہتے ہیں کہ کہیں ہم سونے کے جہاز تک نہ پہنچ جائیں۔ لہذا کیوں نے ہم اس کی حفاظت کے نئے انتظامات کریں۔ ان نے انتظامات کے سلسلے میں وہ فوراً جان لیں کہ جہاز کہاں ہے۔ اس لیے۔ میں یہ کہوں گا کہ میک اپ میں ہونے کے ساتھ ساتھ یہ لورا پہنچاں گی جی فہم میں رہیں۔“ قاروق نے بدی آواز میں کہا۔ ضروری ہے کہ ہم غائب بھی ایک جگہ پر نہ رہیں۔ بلکہ تقسیم جائیں۔“

”شوکی کی بات بھی معقول نہیں ہے۔ لہذا پہلے میک اپ کے جائے گا۔ پھر یہ طے کریں گے کہ ہم جائیں گے کہاں کہاں۔“

93
کارمان مرزا نے اپنے ذمے لیا تھا۔ کیونکہ میک اپ اس حد تک زبردست کرنا تھا کہ انہیں بہت مخلل سے پچھانا جاسکے۔ اس کام میں انہیں کوئی کھٹکے لگ گئے۔ اور پھر انہیں رات ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ انہوں نے مختلف جگہیں تجویز کیں۔ ایک کافند پر سب جگہیں لکھیں کہیں۔ گروپ بنائے گئے۔ پھر اس کافند کی نقل ہر ایک کو دی گئی۔ تاکہ پہاڑ رہے۔ کون سا گروپ کہاں پر ہے۔ اور آپس میں رابطہ کیا جاسکے۔ اس طرح کل پہنچے گروپ بننے۔ ہر گروپ میں تین تین ممبر رکھے گئے۔

ایک کھٹکے بعد وہ غیر محسوس طور پر گروپ گروپ کر کے دہاں سے نکل رہے تھے۔ نکلنے کے لیے بھی انہوں نے خفیہ راست اختیار کیا تھا۔ دوسرے دن، ایک ہوٹل کے ہال میں قاروق اور آفتاب اور محسن بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ ان تینوں کا گروپ بننا تھا۔

”خیال رہے۔ ہم اپنی اصل آواز میں ہاتھی نہیں کر سکتے۔“ لورا پہنچاں گی فہم میں رہیں۔“ قاروق نے بدی آواز میں کہا۔

”تم غفرنا کرو۔“ یہ الفاظ بھی آفتاب نے بدی ہوئی آواز میں کہے۔

”چلو ٹھیک ہے۔“ میں کہا۔

”حد ہو گئی۔“ میرا نام سورج نہیں۔ چاند رکھا گیا ہے۔ اور

”تم رہنے ہو۔“ یہ نفس ہے۔

"مہت عجیب نام ہیں۔ خیر گزار اکرنا ہو گا۔ ارے۔ یہ کیا۔
ہائیں۔" فاروق چوک اٹھا۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھی
ہوئی تھیں۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں آنکاب نے دیکھا۔ ایک
لبے قد کا دبلہ پلا آؤی چلا آ رہا ہے۔
لکٹ۔ کون۔ ہے یہ؟"

"یار گھاس تو نہیں کھا سکے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
"نہیں تو۔ صرف ایک بار کھائی تھی۔ جب تم نے دعوت دی
منہ پناہیا۔"

تھی۔"

"یہی میری قلطی تھی۔" فاروق نے منہ بھایا۔

"کون سی قلطی کی طرف اشارہ ہے؟"

"گھاس کی دعوت کیوں دے بیٹھا۔ نہ دعوت دیتا۔ نہ یہ دی
دیکھنا پڑتا۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ شخص جمال ہے۔"
"ارے پاپ رے۔" تھسن نے بوکھلا کر کہا۔
"بھائی رفت۔ کیوں مذاق کرتے ہیں۔ جمال اتنا لمبا نہیں
بیٹھ گیا۔ تھسن بھی ٹنگ ہو گیا تھا۔ لورہ اس کے چہرے پر ایک
بیب سی مسراہت تھی۔ انہیں یوں لگا جیسے یہ مسراہت ان کے
ہنسیں ہو گا۔ لیکن یہ لوگ قد کا بھی میک اپ کر لیتے ہیں۔
دوں میں اترتی چلی جا رہی ہو۔

میرا مطلب ہے قد کو بھی گھٹا بیٹھا لیتے ہیں۔ خیر تم بس دیکھتے
دیکھتے دیکھتے۔

"کیا ہوا۔ سوئی کیوں انکے گئی؟"

"سوئی نہیں۔ زبان۔ اب سوئیوں والے ریکارڈروں کا زمانہ
کمال رہا۔"

"ہوا کیا؟" تھسن بولا۔

"فے۔ وہ ہماری ہی طرف آ رہا ہے۔"

"واہ۔ مرا آگیا پھر تو۔ آتے دو بھی۔ ہمارا کیا جاتا ہے۔
اول تو یہ شخص جمال ہی نہیں۔ آنکاب مسکرا یا۔"

"خیر۔ خیر معلوم ہو جائے گا۔ بہت جلد۔" فاروق نے برا سا
منہ پناہیا۔

"لبہ شخص واقعی ان کی میز کی طرف بیٹھ رہا تھا۔ آخر نزدیک
اکارس نے کہا۔

"کیا میں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں؟"

اس کی آواز میں نہ جانتے کیا تھا۔ انہیں یوں لگا جیسے وہ انکار کر

ہی نہیں سکتے۔ فاروق نے چاہا، انکار میں سرہلا دے۔ لیکن اس کا

بھائی رفت۔ کیوں مذاق کرتے ہیں۔ جمال اتنا لمبا نہیں سرہلا میں ہلا۔ آنکاب کی حالت بھی لگی تھی۔ اور وہ ان کے سامنے

بیٹھ گیا۔ تھسن بھی ٹنگ ہو گیا تھا۔ لورہ اس کے چہرے پر ایک

بیب سی مسراہت تھی۔ انہیں یوں لگا جیسے یہ مسراہت ان کے

ہنسیں ہو گا۔ لیکن یہ لوگ قد کا بھی میک اپ کر لیتے ہیں۔

ان سب کو اپنے جنم میں منشی کی لمبی لمبی دوڑتی محسوس
ہے۔"

وہ تینوں اس کی آنکھوں کے سرخیں گرفتار ہو چکے تھے۔
ایسے میں اس نے ایک عجیب حرکت کی۔
تینوں دھنک سے رہ گئے۔

○☆○

ہوش کا پیر

”یہ کیا..... ان کی آوازیں کیوں نہیں آ رہی؟“ - پروفیسر وادو نے
وکھلا کر کہا۔

”میں..... کن کی آوازوں کی بات کر رہے ہیں آپ؟“ خان
روحان نے چوک کر کہا۔

”آلتاب“ فاروق اور محسن کی آوازیں وہ اس وقت ہوش
تری شار کے ہال میں ناشتا کرنے لگے تھے کہ ایک اجنبی کو آتے
وکھلا۔ وہ اجنبی اپنیں جیراں جیسا لگا۔ پھر وہ ان کی میز پر آگیا۔ اس
لے میز پر بیٹھنے کی اجازت مانگی۔ بس..... اس کے بعد ان کی کوئی آواز
نہیں دی۔ - پروفیسر وادو نے جلدی جلدی کہا۔

”اور آپ نے ان کی باتیں آئے پر سنی ہیں۔ وہ اس وقت
آپ کے کان کے اوپر چٹا ہوا ہے۔ اور بالکل ایک ابھرے ہوئے قل
کی طرح نظر آ رہا ہے۔“ -

”ہاں! ہر گروپ میں سے ایک میر کو یہ قل دیا گیا ہے۔ اس کا
مطلب ہے..... بلقی گروپوں کو بھی اس صورت کا ہتا جمل گیا ہو گا۔“ -

پروفیسر داؤڈ یو لے۔

”بالکل صحیح۔ باقی لوگ تو حرکت میں بھی آچکے ہوں گے اس طرح غائب ہو سکا ہے۔ جو نبی ہم نے قاروق کے منڈ سے جمال تپ پھر ہم اس ہوٹ میں ثمر کر کیا کریں گے۔ جو ہم چاہتے تھے افغانستان تھا۔ ہم دوڑ پڑے تھے۔“

وہ تو ہو چکا ہے۔ مطلب یہ کہ فرزانہ کی ترکیب فوراً ہی رنگ لے گا۔ ”تو پھر ہوٹ کو صحیرے میں لے لیا جائے۔ لیکن یہ کام اکرام ہے۔ یہ لوگ آخر ہمارے سامنے آگئے ہیں۔“

”وہ تو خیر نمیک ہے۔ لیکن پریشان کن بات تو وہی ہے۔“ ”ہاں! یہ صحیر رہے گا۔ اکرام کے آدمی ہی خلاشی لیں گے۔“ ان کی آوازیں کیوں بند ہو گئیں۔“

”یہ تو وہاں پہل کری معلوم ہو گا۔“

تینوں آدمی اور طوفان کی طرح اپنے ہوٹ سے باہر نکلے۔ ایک کرے میں جمع ہوتے ہوٹ تحری شار کی طرف روانہ ہوتے۔ وہ خان رحمان کی ایک ایسی ”ان کی یہ چال سمجھ میں نہیں آئی۔“ ہم لوگ تو یہ چاہتے کار میں تھے۔ جس کا رنگ اور نمبر کتنی بار تبدیل ہو چکے تھے اور کتنے۔ ان سے آمنا سامنا ہو جائے۔ تاکہ ہم اپنے ساتھیوں کو آزاد کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کار ان کی ہے۔ باقی گروپوں کے پاس بھی لٹکرا سکھیں۔ لیکن یہ ایسا لگتا ہے۔ جیسے ہم ان کے ساتھ اپنے ایک ای کاریں تھیں۔

جب وہ ہوٹ تحری شار کے باہر پہنچے تو باقی گروپ ان سے پہنچے۔ ”چھٹے خیز۔ سچھ تو ہو۔“ نہ ہونے سے سچھ ہونا بہتر ہے۔“ وہاں پہنچ چکے تھے۔ لیکن وہ ہونتوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھنی ملتے نہ میں۔ اب ایک گروپ پھر سے ہوٹ میں قیام کرے رہے تھے۔

گے۔ باقی گروپ اسی طرح اپنے اپنے ہوٹوں میں چلے جائیں گے۔

”یہ کیا ہوا؟“ خان رحمان یو لے۔

”جیمال اور وہ تینوں غائب ہیں۔ ان کا دور دور تک پہاڑیں۔“ ”لیکن یہاں کون رہے گا؟“

”یہاں محمود، احمد اور اخلاق نصریں گے۔ گروپ انہی تینوں انسپکٹر کامران مرزا یو لے۔

کا ہے۔"

"تی ہاں! بالکل۔" محمود نے کہا۔

"تب پھر ہم چلتے ہیں..... تم ہوشیار رہتا۔ دیے ہم تم لوگی کہ یہ کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا۔ مطلب یہ کہ ہم اپنی مرمنی کر کے سے زواہ فاسطے پر نہیں رہیں گے۔ اپنکر کامران مرا نے کہا۔" اسی "ہیں"۔ محمود نے سرہلاایا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اپنے ہوٹلوں کا رخ کیوں کہ" "تو پھر آؤ۔ وقت کیوں صالح کریں۔"

تینوں کا ڈھنڈ پر آئے۔ ہوٹل تحری شار کے مینجھر سے ان کی ہیں.... یہیں ٹھرمبائیں۔"

"نہیں۔ اور ادھر تو ہونا ہی پڑے گا۔ تاکہ پتا چل سکے انیں علیک سلیک تھی۔ لیکن اس وقت وہ میک اپ میں تھے۔

"یہیں مینجھر کے ہوٹل سے ملتا ہے۔" آصف بولا۔

ہاتھی گروپ ادھر ادھر ہو گئے۔ محمود، آصف اور اخلاق ہو۔

تحری شار میں ایک میز پر بیٹھ گئے۔

"اس کا مطلب ہے۔ اب قربانی کا بکرا ہمیں بننا پڑے گا ہے۔"

"مگر کس سلطے میں ملتا ہے؟"

"ایسا لگا ہے۔ اس بار جیوال وغیرہ بھی کوئی منصوبہ بندی کر نہیں آئے۔ اور ان کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہے کہ کیا کریں۔"

"پولیس اس سلطے میں خلاشی لے پچل ہے۔ اس میں ہوٹل کا اور کیا نہ کریں۔ لہذا موقع پر جو انس سوچ جاتا ہے۔ وہ کردار کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

"لیکن ہوٹل کا ہمارہ تو ہو سکتا ہے۔" آصف نے برا سامنہ بناایا۔

"ہیں۔ اور جو ہمیں سوچتا ہا ہو۔ ہم کر رہے ہیں.... دیکھتے ہیں۔"

اوٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن ان تینوں کا اس قدر جلد عاتیب ہو جانا، ابھن میں ڈال۔"

والي بات ہے.... کیوں نہ ہم ہوٹل کے مینجھر کو نہیں۔" آصف۔ اسی۔"

"وہ اس وقت کی سے نہیں مل سکتے۔"

"یوں بات نہیں بننے گی۔" محمود نے کہا اور اپنا کانہ نکال
اس کی طرف پر چادری۔

"اڑے پاپ رکے یہ آپ ہیں۔" اس کے پھرے پر گھبرا
کے آثار طاری ہو گئے

"ہاں! یہ ہم ہیں۔ ہم ملاقات کے لئے جا رہے ہیں کے لئے آتا ہے جسے میں ملاقات سے روک بھی نہیں سکتا تو پھر گھنٹی¹
خیروار۔ جو تم نے اپنی فرانس میں شاہل ہے۔ جب کوئی ایسا آدمی ملاقات
تم میں ٹھوپو۔ تین منٹ بعد آتا۔ دوسری طرف کے برآمدے مجھے کھٹے گھٹ تو کہی سے نکال دیں۔"
آخری کہو ہے۔"

"یہیں ہم تمہیں بیٹھے گھٹ نکلاں گے۔" محمود نے گوا

دھمکی دی۔ اسے گھورا بھی۔

"من نہیں۔" اس نے کانپ کر کہا۔

تینوں جانے ہی لگتے تھے کہ محمود نجھک کر رک گیا۔

"آسف تم یہیں ٹھوپو۔ فون، بہر حال اسے نہ کرنے دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

یہ سن کر ڈاکر کامن پھول گیا۔ محمود اخلاق کو لے کر کمرے کی
طرف چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا، اس نے ہاتھ کا دروازہ ڈالا تو وہ
کھل گیا۔

"چلے آئیں جتاب۔" اندر سے میخیر کی آواز سنائی دی۔

دو توں اندر داخل ہو گئے۔ میخیر اپنیں دیکھ کر چوتھا۔

"اچھی بات ہے۔" آصف مسکرا یا۔

"یہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔" کلرک نے کہا۔

"کس کا کوئی فائدہ نہیں؟"

"میں نے ٹھن پٹلے ہی دیا دیا ہے۔ اب فون کرنے کی ضروری
نہیں۔"

"ٹھن دیانے سے صرف اتنا ہوا ہو گا کہ خطرہ ہے۔۔۔ ہوشیار
جانیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔" کلرک نے کہا۔

"تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اب اگر ہارے تین ساتھی،
سے برآمدہ ہو گئے تا تو ہم ساتھ میں تمہیں بھی گرفتار کریں گے۔

لامسٹرڈاکر۔"

"سن لیا۔ اب آپ جائیں۔ یہاں کچھ ہے تھیں تو آپ کو
ملے گا کیا۔"

"تب پھر۔ گھنٹی بجائے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ میرے فرانس میں شاہل ہے۔ جب کوئی ایسا آدمی ملاقات

"ہاں! یہ ہم ہیں۔ ہم ملاقات کے لئے جا رہے ہیں کے لئے آتا ہے جسے میں ملاقات سے روک بھی نہیں سکتا تو پھر گھنٹی

خیروار۔ جو تم نے اپنی فون کر کے خیروار کر دیا ہوں۔ اگر ایسے بھی نہ کروں تو وہ

"تم میں ٹھوپو۔ تین منٹ بعد آتا۔ دوسری طرف کے برآمدے مجھے کھٹے گھٹ تو کہی سے نکال دیں۔"

"یہیں ہم تمہیں بیٹھے گھٹ نکلاں گے۔" محمود نے گوا

دھمکی دی۔ اسے گھورا بھی۔

”آپ ہیں کون؟“

”تو یہ بات آپ کو مینجھر صاحب نہیں بتا سکے۔ آپ ایسا کوئی کرتے نہیں تھے۔“

کہ ہال میں ایک ٹوپی دی کیمروں کو لواٹیں۔ اندر بیٹھے سب کچھ دکھنے

کریں۔“

ائتنے میں آصف بھی اندر آگیا۔

”تم کون ہو؟“

”یہ ہمارے ساتھ ہیں۔“

”تم تینوں کون ہو؟“

”محمود، آصف اور اخلاق۔“

”محمود کون محمود؟“

”انسکن جشید کو جانتے ہی ہوں گے۔“

”لیکن ان محمود کے ساتھ فاروق اور فرزانہ ہوتے ہیں۔“

”اس پار ترتیب ذرا الٹ گئی ہے۔ ہم میک اپ میں ہیں۔“

آپ میرا کارڈ دیکھ لیں۔“ یہ کہ کراس نے کارڈ دکھاریا۔

”میک ہے۔ آپ محمود ہیں۔ لیکن میں کیا خدمت کر رہا ہوں۔“

”ہماری آمد سے پہلے۔ یعنی ذاکر کے گھنٹی بجائے سے پہلے آپ

”تو یہ بات آپ کو مینجھر صاحب نہیں بتا سکے۔ آپ ایسا کوئی کرتے نہیں تھے۔“

کہ ہال میں ایک ٹوپی دی کیمروں کو لواٹیں۔ اندر بیٹھے سب کچھ دکھنے

کریں۔“

”اچھا۔ کمال ہے۔ ایش نے میں سگرٹ کے دو ٹکڑے

ٹھنڈھ کے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو سگرٹ ہے۔ اس کے

ساتھ کا ٹکڑا مکمل طور پر بیجا ہوا ہے۔ جب کہ دوسری ٹھنڈھ کا ٹکڑا

اچھی طرح بچلا ٹھیں جا سکا اور اس میں سے دھوٹیں کی ایک پاریک

سی لکیر ابھی تک اپر اٹھ رہی ہے۔ اگر ہماری آمد سے پہلے یہاں کوئی

نہیں تھا تو کیا آپ اس وقت یہ دوسری ٹھنڈھ کا سگرٹ پی رہے تھے؟“

”ہاں! یہی یات ہے۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”تب پھر ذرا اس سگرٹ کا پیکٹ دکھاویں۔“

”مہر۔ پیکٹ۔“

”ہاں! پیکٹ۔“ محمود بولتا۔

”وہ ایک ہی سگرٹ تھا۔“

”آصف۔“ بغلی دروازہ کھول کر دوسرا کرتے میں جھانکنا

زرا۔“

”آپ حد سے بھڑک رہے ہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔ اب ہمیں اپنا کام تو کرنا ہو گا۔“

آصف تیر کی طرح بغلی دروازے تک گیا اور اس نے دروازے

”پہلے ہمیں اپنے کرتے کا جائزہ لینے دیں۔“

یہ کہ کراسوں نے غور سے جائزہ لیا۔ پھر محمود نے مکرا

کہا۔

مینځر کچھ نہ بولا۔ اور آنف نے دروازے پر نووار دکھ دی۔ آخر دروازہ کھلا۔ لور ایک لبے قد کا دلا چلا آدمی نظر آیا۔ پہلی نظر میں ہی وہ جان گئے کہ وہ جمال تھا۔ جمال انہیں دیکھ کر سکرایا۔

”تم لوگوں کی انہی باتوں سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔“

”لیکن پہلے جب خلاشی لی گئی تھی۔ اس وقت آپ کہا تھے... جمال ایرال۔“ محمود نے یوکھا کر کہا۔

”اس وقت بھی یہیں تھا۔ لیکن اکرام مجھے دیکھ نہیں سکا تھا۔ میں چاہتا تو تم بھی نہ دیکھ سکتے۔ لیکن میں ذرا ٹھلل کرنے کے موڑ میں ہوں۔ اسی لئے مینځر صاحب انکی یادیں کر رہے تھے۔ میں نے انہیں یادا دیا تھا کہ میں خود تم لوگوں کے سامنے آ جاؤں گا۔“

”ہمارے ساتھی فاروق، آتاب اور حسن کہاں ہیں۔“

”اندر چلو۔ انہیں بھی دیکھ لو۔“

اس نے بغل کرے کی طرف اشارہ کیا۔ ”وہ حرمت نہہ سے کرے میں داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہیں چکر سا آگیا۔ اندر آتاب، فاروق اور حسن بیٹھے ہیں رہے تھے۔ جیسے کسی بات پر نہ ہوں۔“

”یعنی یہ بے وقت کی بھی کسی؟“ محمود نے بلند آواز میں کہا۔

”پر دیا ڈال دیا۔۔۔ لیکن دروازہ دوسری طرف سے بند تھا۔

”یہ دوسری طرف سے بند ہے۔“

”جاتا مینځر۔ دوسری طرف جو کوئی بھی ہے۔ اس سے کہی دروازہ کھول دے۔۔۔ درستہ ہم توڑ ڈالیں گے۔“

”آپ ایسا نہیں کر سکتے۔“

”کیوں۔۔۔ وجہ۔ کیا ہم یہاں کی خلاشی نہیں لے سکتے۔“ میں نے مت نہیا۔

”ضور لے سکتے ہیں۔“ اس نے چھے چھے انداز میں کہا۔

”تو پھر کھلوائیں دروازہ۔“

”کیا آپ ایسا کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔۔۔ آئیے سووا کر لیے ہیں۔“

”سووا۔ کیا مطلب؟“

”میں کچھ چیش کر دیتا ہوں آپ کو۔“

”آپ کا مطلب ہے۔۔۔ رشوٹ۔“

”ہاں! دس بیس لاکھ روپے لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں۔۔۔ لیکر دروازہ نہ کھلوائیں۔“

”آپ تو دروازہ کھلواتا پڑے گا۔۔۔ آخر اندر انکی کیا جنڑ ہے۔۔۔ اور چوڑی دیر پہلے جب ہونگی کی خلاشی لی گئی تھی، اس وقت وہ جو اس کرے میں کیوں نہیں دیکھی گئی۔“

لیکن انہوں نے تو جیسے اس کی آواز سنی ہی نہیں۔ ان کی
حیرت اور بندھ گئی۔ اس وقت انہوں نے دعوا نہ بند ہونے کی آواز بت اپنی طرح جانتے ہیں کہ اس جہاز کو۔ یعنی اس جہاز کے سوئے
سنی۔ وہ چونکہ کرمڑے۔ جیوال ان کے سامنے کھڑا ہنس رہا تھا۔ کہ اپنی لمحہ سرکاری خزانے میں داخل نہیں کیا گیا۔ اگر کرایا گیا ہوتا
”آپ بھی ہنس رہے ہیں اور یہ بھی۔ کیا آپ سب پر نہیں، تو تم حکومت کے ذریعے والیں لے چکے ہوتے۔ اب حکومت بھی کسی
دودھ پر گیا ہے۔“
”ابھی تم بھی ہنو گے۔ چلو نہتا شروع کرو۔“۔ جیوال نے ہنس کی کو معلوم نہیں ہے۔ فدا تم تاکہ سوئے کا جہاز کمال ہے؟“
”سے۔ سوئے کا جہاز اف۔ افسوس۔ ہم نہیں
کر کہا۔“

”لیکن ہم کیوں نہتا شروع کر دیں۔“

”لگہ جو رہا ہوں۔ نہتا شروع کر دیں۔“۔ جیوال نے یک لخت
پڑے گا۔ تو آنکھوں میں تارے ناچ جائیں گے۔ ہاتھ پر مجبور پائیں
اور وہ یک دم ہٹنے لگئے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ انہیں گے خود کو۔“
”خسی نہ آئے، لیکن ایسا ملکن نہ ہوا۔“۔ بس وہ ہٹنے پلے گئے۔ چند یکڑا
بعد جیوال کی آواز ابھری۔
”میں اس وقت دروازے پر دیکھت ہوئی۔ جیوال نے دروازے
کھوالا۔ انہوں نے مینہج کے لیوں پر بھی خسی کے آثار دیکھے۔“

○☆○

”دیکھا۔ اب تم بھی ہنس رہے ہو۔ میری ہدایت کے بغیر قوم
نہتا بھی ترک نہیں کر سکو گے۔ تمہارے پیٹ میں مل پڑ جائیں گے۔
لیکن تم نہتا نہیں چھوڑو گے۔ ہاں ایک شرط پر یہ نہتا بند ہو سکا
ہے۔“

”اوہ۔ اور وہ شرط کیا ہے؟“۔ خسی کے دران محدود نے بہت
مشکل سے کہا۔

ہنسی میں شامل

”وہ پارٹیاں ہوٹل کے اندر جا کر غائب ہو چکی ہیں۔ اب ہم کریں تو کیا؟“ پروفیسر داؤڈ نے پریشان ہو کر کہا۔
 ”غیر کی کوئی بات نہیں۔ ہم بھی جائیں گے۔ لیکن یاری باری۔ اب اس بات پر مجھے بھی تجھیں ہوتا جا رہا ہے کہ اندر ضرور جیوال موجود ہے۔“

”لیکن سہ۔ وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آیا؟“ اکرام نے حیران کر کہا۔

”اس نے کوئی انتظام تو ایسا کیا ہو گا کہ نظر نہ آئے۔ بہرحال اب کون سی پارتی جائے گی۔“

”میرا خیال ہے۔ میں اشتفاق اور چمپاگ کے چلے جاتے ہیں۔ چمپاگ جیوال کو دیکھ کر کے گا۔“ فی الحال ایم نے کہا۔

”ترکیب بری نہیں۔ چمپاگ تو اہلکار کو دیکھ لیتا ہے۔ جیوال تو ہے کیا چیز؟“ اسپکڑ کامران مرزا سکرائے
 ”تب پھر ہم جا رہے ہیں۔“

”اوے کے۔ سیدھے کاؤنٹر پر جانا۔ اور کلرک سے کہنا۔ ہمیں بینر صاحب سے ملتا ہے۔ اشتفاق تم اپنا کارڈ دکھان گا۔“
 ”تھی بہت بہتر۔“

”آج مجھے احساس ہوا۔۔۔ میں اور چمپاگ اور اصل آپ لوگوں میں شامل نہیں ہیں۔“ فی الحال ایم نے اداں لجھے میں کہا۔
 ”یہ کیا بات کہی تم نے۔۔۔ مشربی بی ایس۔“
 ”اس لئے کہ میرے پاس کارڈ کیوں نہیں۔“
 ”اڑہ اچھا۔۔۔ بنو دیں گے بھی۔۔۔ لیکن تمہارے ساتھی چمپاگ کا تو بن نہیں سکے گا۔۔۔ اس کی تصویر کہاں سے لا کیں گے۔“
 ”وہ میں دوں گا۔۔۔ چمپاگ کی آواز ستائی وی۔“

”جج۔۔۔ جن کی تصویر۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“
 فرزاد نے یوکھلا کر کہا۔

”ضور ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن تمہارا نام قابوں نہیں ہے۔“
 زخت نے جمل بھن کر کہا۔

”وقت ضائع ہو رہا ہے۔۔۔ جب کہ ہمارے ساتھی اندر بچھن پکے ہیں۔“
 اشتفاق، فی الحال ایم اور چمپاگ اندر چلے گئے۔ کلرک نے اسیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ بینر کے کرے میں داخل ہوئے۔۔۔
 بینر کری پر بیٹھا نظر آیا۔

”ہاں! کہاں ہیں ہمارے ساتھی۔ آئیں یا نہیں شایمیں کرنے کی پہلوڑ۔ تم بھی ہستا شروع کر دو۔“
خود رت نہیں۔ ہم جانتے ہیں وہ ہوگی یہی نہیں ہیں۔“
”میں نے کب کما ہے کہ نہیں ہیں۔ آپ بھی دیں چلے جائیں۔ جمال باقی لوگ ہیں۔“

”یہ کہ کراس نے بغلی دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا۔“
انہیں نہی کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا مینگر ہس رہا تھا۔ اپنی نہی پر قابو کیوں نہیں پا رہے ہیں۔“
اندر سے بھی نہی کی آواز آ رہی تھی۔ ایسے میں جمال نے ان سے
”پا کتے ہو تو پالو۔ روک کتے ہو نہی کو۔ لیکن تمہیں چنانہ ہو
گا۔ کہ سونے کا جہاز کہاں ہے؟“

”س۔ سونے کا جہاز کہاں ہے؟“ فی ایں ایم نے بوکھلا کر
کہا۔

”بیس بھی ایک صورت ہے۔ اس کے بعد تمہیں نہی نہیں
مینگر نے انہیں اندر دھکیل دیا۔ اور جمال نے دروازہ بند کر آئے گی۔“
لیا۔ اب انہوں نے دیکھا۔ ان کے چھتے ساتھی بری طرح ہس رہے
تھے۔ یوں گلتا تھا جیسے ان پر نہی کا دورہ پڑ گیا ہو۔

”میں۔ انہیں کیا ہو گیا ہے؟“
”دیکھ نہیں رہے۔ یہ ہس رہے ہیں۔ ابھی تم پر بھی نہی تو اس جہاز کی دوسری دنیا سے سمجھنے کر لایا ہے۔“

”وہ بھی نہیں موجود ہے۔ لیکن وہ ہس نہیں رہا۔“
دورہ پڑنے والا ہے۔“

”آخر کیوں۔ ہم کیوں نہیں گے۔“ فی ایں ایم نے منہ بنا یا۔
”ہائی۔ مژربن۔ کیا تمہیں نہیں آ رہی۔“ جمال نے

”یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کیوں ہس رہے ہیں۔ اچھا ہا۔“
جیران ہو کر کہا۔

”حد ہو گئی۔ آخر ہم کیوں ہستا شروع کردیں۔“
”میں جو کہ رہا ہوں۔ چلو ہس۔ نہیں تو برا حشر کر دوں گا۔“
اور وہ بھی ہٹنے لگے۔

"میرا نام مسٹر جن نہیں.... چمپاگ کے ہے۔ اور مجھے نہیں نہیں اتنا۔" - چمپاگ نے شاید منہ بنا کر کہا۔

"ہمیں تو کیا واقعی جھیں نہیں نہیں آ رہی۔" - چمپاگ نے جلا کر کہا۔

"تم بھی نہنا شروع کر دو پارے چمپاگ۔ تاکہ تم جا سکو رونے کا جہاز کماں ہے؟"

"جیت ہے۔ کمال ہے۔ خبیر۔ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ اگر

نہیں بھس سکتے۔ بے ذوق کمیں کے۔" - چمپاگ نے جلا کر کہا۔

"آپ نے مجھے بے ذوق کما۔" چمپاگ نے غرا کر کہا۔

"ہاں کما ہے۔ اور تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں جنوں سے

نہیں ڈرتا۔" - چمپاگ نے مسکرا دیا۔

"اے پاپ رے۔ جن ایسے ہی لوگوں سے تو ڈرتے ہیں۔

"ہوں جن۔" یعنی جہاز اس ملک میں لے آئے کے بعد میں جوں ان سے نہیں ڈرتے۔"

دیکھی اس سے ختم ہو گئی تھی۔ ویسے بھی یہ کام میں نے اپنی مردمی

"چمپاگ یا رپورٹا کر دی۔" ماری نہیں میں خلل نہ ڈالو۔" اُن

سے نہیں.... اپنے جہید صاحب کے کئئے پر کیا تھا۔ ورنہ میں کیا کر لیں ایم نے پہنچتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ تم کہ رہے ہو مسٹری سی پی۔" چمپاگ نے جہان ہو

کر کہا۔

"حد ہو گئی۔ اب تو کوئی بھی میرا درست نام نہیں لیتا۔" اس

ہم کو پہنچا دی پڑے گا۔" فی ایس ایم نے پوکھلا کر کہا۔

اب وہ بے تحاشا تھاں رہے تھے

"جب تک یہ نہیں ہتا گے۔" سونے کا جہاز کماں ہے۔ پہنچتے

ہنڑا پڑے گا۔"

"یعنی مجھے معلوم نہیں ہے۔ تو بتاؤں گا کماں سے؟"

"میں کیا تم اس جہاز کو نہیں لائے تھے؟"

"لایا ضرور تھا۔" یعنی اب جہاز کماں ہے۔ یہ بات صرف

اپنے جہید جانتے ہیں۔"

"یعنی تم کیوں نہیں جانتے۔ تم تو جن ہو۔"

"ہوں جن۔" یعنی جہاز اس ملک میں لے آئے کے بعد میں جوں ان سے نہیں ڈرتے۔"

دیکھی اس سے ختم ہو گئی تھی۔ ویسے بھی یہ کام میں نے اپنی مردمی

سے نہیں.... اپنے جہید صاحب کے کئئے پر کیا تھا۔ ورنہ میں کیا کر لیں ایم نے پہنچتے ہوئے کہا۔

"سو نے کا۔"

"بالکل نہیں۔ تو پھر تم نہنا شروع کر دو۔"

"افسوس! مجھے نہیں آ رہی۔"

"بھی۔ اب نہنا شروع کر بھی دو۔" دیکھو۔ تمہارے ساتھ

اخلاق اور اُن ایس ایم کس طرح بے تحاشا نہیں رہے ہیں۔ اور از

سے پہلے کے ساتھی بھی کس طرح بے حال ہوئے جا رہے ہیں۔"

"اچھا! تم کہتے ہو تو میں تمہارا دل رکھنے کو شروع کرتا ہوں

"اس کا مطلب ہے۔ تمہارے والد تم پر بھی اقتدار نہیں

"یہ یہ تمہت زرادتی کی بات ہے۔ آخر ہم کیسے ہادیں رکھے۔"

"بجکہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بعض حالات میں نہ بتانا ہتر ہوتا ہے۔ خدا

نہیں اس وقت دروازے پر دیکھ ہوتی۔ اور دروازہ کھلنے ہی دلت دیکھے لیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا تو اس فہری سے نجات انہوں نے فرزانہ، فرحت اور رفت کو آتے دیکھا۔

"ماں کرنے کے لئے ہم بتا دیتے یا نہیں۔"

"لیکن! واقعی۔ اپنکر جشید یہت عمل مند ہیں۔ یہ بات مانا

"کیا کہا۔ ہنسنے کے لئے اور یہ کیا۔ تم نہ کیوں رہے ہیں۔ خیراب انہیں بھی یہاں آنا ہو گا۔"

اسی دلت دروازے پر دیکھ ہوتی۔ اس مرتبہ خان رحمان،

"کی تو کہ رہے ہیں۔ تم لوگ بھی آنکھیں ہنسنے کے لئے۔"

پروفیسر راؤڈ اور منور علی خان آئے تھے۔ ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو

"آخر بات کیا ہو گئی اس طرح ہونس رہے ہو۔" فرحت

اور ہمیں کے ساتھ ہوا تھا۔ اب وہ بھی ہنس رہے تھے۔ البتہ پروفیسر

راوڈ ایسے تھے جن پر فہری کا دورہ نہیں پڑ سکا تھا۔ یہ دیکھ کر جمال

بirt میں ذوب گیا۔

"یہ کیا پروفیسر صاحب۔ آپ نہیں ہنس رہے؟"

"نہیں۔ ابھی میرا ہنسنے کا موڑ نہیں ہے۔" وہ دروازے

کی اوٹ میں تھا۔ اب انہوں نے اسے دیکھا۔

"ہاں پیاری بیجو۔ بن تم اتنا تا دے۔ سونے کا جہاز کمال

دیں۔"

"یہ بات اپنکر جشید کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ لذا تم

بلوچ اپنا وقت برداشت کر رہے ہو۔" انہوں نے منہ بٹایا۔

"لیکن۔ لیکن۔ اٹکل۔ آپ کیوں نہیں ہنس رہے؟" رفت

"یہ یہ تمہت زرادتی کی بات ہے۔ آخر ہم کیسے ہادیں رکھے۔"

"بجکہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے۔"

"آخونے کے لئے ہم بتا دیتے یا نہیں۔"

"لیکن! واقعی۔ اپنکر جشید یہت عمل مند ہیں۔ یہ بات مانا

"کیا کہا۔ ہنسنے کے لئے اور یہ کیا۔ تم نہ کیوں رہے ہیں۔ خیراب انہیں بھی یہاں آنا ہو گا۔"

ہو؟" رفت بولی۔

"کی تو کہ رہے ہیں۔ تم لوگ بھی آنکھیں ہنسنے کے لئے۔"

پروفیسر راؤڈ اور منور علی خان آئے تھے۔ ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو

"آخر بات کیا ہو گئی اس طرح ہونس رہے ہو۔" فرحت

اور ہمیں کے ساتھ ہوا تھا۔ اب وہ بھی ہنس رہے تھے۔ البتہ پروفیسر

راوڈ ایسے تھے جن پر فہری کا دورہ نہیں پڑ سکا تھا۔ یہ دیکھ کر جمال

بirt میں ذوب گیا۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ شاید تمیں دوسرہ پڑ گیا ہے فہری کا۔"

"کیا بات ہے؟" انہوں نے جمال کی آواز سنی۔ وہ دروازے

کی اوٹ میں تھا۔ اب انہوں نے اسے دیکھا۔

"ہاں پیاری بیجو۔ بن تم اتنا تا دے۔ سونے کا جہاز کمال

ہے۔ اس طرح تم فہری سے حفظ رہو گی۔"

"لیکن تا کس طرح دیں۔ جب کہ ہمیں معلوم ہی نہیں۔"

ہاں اس کے بارے میں لیا جان کو ضرور معلوم ہے۔ فرزانہ نے جلدی

جلدی کہا۔

لے بہت مشکل سے پوچھا۔

”جیزال میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مجھے ہنسنے پر مجبور کر دے۔“
”لیکن ہمیں ہنسنے پر مجبور کرنے کی طاقت اس میں کمال سے ہے۔ کہ میرے علاوہ کسی کو سونے کے جہاز کا یہاں کوئی ہانپسیں نہیں ہاں کچھ مباحثت ایسے ہیں۔ جو اس کے بارے میں جانتے ہیں۔۔۔ لیکن آپ
”یہ ایک فن ہے۔۔۔ مشق کرنا پڑتی ہے۔۔۔ اس کی دراصل۔۔۔ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ لذا کس طرح انہیں یہاں لا کتے
میں اس وقت دروازے پر دھک ہوئی۔ ساتھ ہی جیزال۔۔۔ ہیں۔۔۔ کیوں کیسی رہی؟“

دروازہ کھول دیا۔

”چھی رہی۔۔۔ لیکن ان کی مجھے کیا ضرورت۔ آپ جو یہاں آ
گئے ہیں۔۔۔ ہاں تو اسکڑ جشید۔ آپ تھا رب ہے ہیں یا آپ پر نہیں کا
ورہ شروع کروں۔۔۔ اس نے کمال۔

”ان کا آخری گروپ حاضر ہے سر۔۔۔ مینځر بولا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھکریہ۔۔۔“

”شروع کریں۔۔۔ اسکڑ کامران مرزا مسکرائے
”اچھا تو آپ تینوں ہنسا شروع کر دیں۔۔۔“

”موجود لوگوں کی سالت دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی۔
”تم لوگ اس بڑی طرح کیوں ہنس رہے ہو۔۔۔“

”کر دیں۔۔۔ میں نے کہا ہے تا۔۔۔ ہاں شایاش۔۔۔ جلدی۔۔۔ میری
ہدایات کے مطابق آپ ہنسا شروع کریں۔۔۔“

”ہاں نہیں۔۔۔ مسٹر جیزال یہ کیا ہے؟“
”اسکڑ جشید۔۔۔ سونے کا جہاز کمال ہے۔۔۔ یہ لوگ نہیں۔۔۔
ہاتھ اسی صورت میں پا سکتے ہیں۔۔۔ جب آپ یہ بتا دیں۔۔۔ ورنہ آپ
پر بھی نہیں کا ورہ پڑے گا۔۔۔“

”اوہ اچھا۔۔۔ یہ کر انہوں نے قسمہ لگایا۔۔۔ اسکڑ جشید نے
”اوہ اچھا۔۔۔ یہ کر انہوں نے قسمہ لگایا۔۔۔ اسکڑ جشید نے

”اور یہ پروفیسر صاحب کیوں نہیں ہنس رہے؟“

بھی ان کا ساتھ دیا۔ اوہر شوکی بے تھاشا نہ رہا تھا۔

"ارے ارے بھی شوکی.... کچھ تو خیال کرو۔ پروفیسر دا نہیں تھے۔ آج کوٹا پورا کر لیں گے نہیں کا۔" اسپرٹ کامران مرزا

بھے

"لکھ... لکھ... کیا خیال کرو۔ یہ بھی تو جائیں ہا۔" اس نے اپنی آنکھیں اسپرٹ جشید کے چہرے پر جھادیں اور سر آواز میں بولا۔

"تمہارے دوساری بات کل نہیں نہیں رہے۔ اور تم ہو کر کوئی بوجھل ہوتی جا رہی ہیں۔ تھیک ہے۔ تم سو جاؤ۔ گمراہ نیند۔ لیکن ہی نہیں رہے۔"

"یہ نہیں میرے اختیار سے باہر ہے۔ مم۔ میں۔ مجھ نیند کی حالت میں تم میرے سوالات کے جوابات دو گے۔ صرف ہوں۔ ہی عیسیٰ۔"

وہ بتتا چلا گیا۔ باقی لوگ بدستور نہیں رہے تھے۔ اب دم رو گے۔

صرف تین افراد ایسے تھے جو نہیں سے محفوظ تھے۔ "نہیں سوتا۔ کرو جو کرنا ہے۔" اسپرٹ جشید نے برا سامنے

"ہمیں آپ پر حرمت ہے۔ آپ کو نہیں کیوں نہیں آئیں۔ نہیں۔"

اور انہیں ایسے میں بھی نہیں آگئی۔ حالانکہ پڑتے ہی سب ملے اسپرٹ جشید نے پروفیسر دا دو سے کما۔

"پہنچنے کا کوئی بولے سے بولا ماہر مجھے پہنچانے نہیں کر سکا۔ نہی کے بے دم ہو چکے تھے۔ ایسے میں اچانک اسپرٹ جشید حرکت میں سائنسی قوت نے میری قوت ارادی کو بھی بہت پختہ کر دیا ہے۔ بالآخر آئے اور جنک کر جیال کی ایک ناگ کپڑ کر گھسیٹ لی۔ جیال کو ان کی طرف سے شاید ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔ لہذا دھرم سے اسی طرح جس طرح تمہاری قوت ارادی کو جیال نہیں توڑ سکا۔"

"اگر میں آپ تینوں کو نہیں ہٹا سکا تو کیا ہوا۔ آپ۔ ساتھی تمہارے نہی کے بے دم ہو رہے ہیں۔ کیا آپ ان کا خیال دوسری لات ان کے سینے پر گلی۔ اسپرٹ جشید لاکھڑا گئے۔ لیکن خود کو ایک بیرون گھماتے ہوئے گرنے سے بچا گئے۔ اور دوسری ناگ پوری نہیں کریں گے۔"

وقت سے جیوال کی طرف اچھاں دی۔ ان کا جو تاجیوال کے مت پر کے لگا پچا۔۔۔ تاہم کندھے پر جو تا ضرور لگ گیا اور انہیں پچا کیا۔۔۔ یوں کندھے اسی وقت جیوال نے ان پر وار کیا تھا۔۔۔ لیکن جو تا کندھے پر کے لئے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور تو سے گرا۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ اسکل جشید اس کے اوپر آ رہے اور اسے چھاپ بیٹھے۔۔۔ ساتھ ہی اسکل کامران مرزا آگے بڑھے اور اس کی ایک لات قحام لی۔۔۔ اسکل جشید اس وقت تک دوسری نانگ پکڑ کچھ تھے۔۔۔

"اب مشر جیوال۔۔۔ ان کی بھی روک وقف ورنہ ہم تمہارے دو ٹکڑے کر دیں گے۔۔۔"

اسکل جشید نے سرو آواز منہ سے نکالی۔



"ہاں نمیک ہے۔۔۔ شروع کرو۔۔۔" دہ بولا۔
دونوں خلاف ست میں نور لگنے لگے۔۔۔ اوہر جیوال نے اپنی دو نانگوں کو ملاۓ رکھنے کی سرتوڑ کوشش شروع کر دی۔۔۔ ایسے میں ایک زبردست ہاتھ اسکل جشید کے سر پر لگا۔۔۔ وہ دھرام سے گرے۔۔۔ جیوال کی لات ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔۔۔ جیوال نے آؤ دیکھا۔۔۔ نانگ۔۔۔ وہ لات اسکل جشید کامران مرزا کے رسید کر دی۔۔۔ وہ الٹ کر۔۔۔ اور جیوال سیدھا کھڑا نظر آیا۔۔۔

یہ دیکھ کر بھی ان کی بھی نہ رکی۔۔۔ اگرچہ وہ لایاں دیکھ رہے تھے اور اپنے دو نوں اتم تین ساتھیوں کو بھی دیکھ کچھ تھے۔۔۔ لیکن اس کے پابھروس وہ بھی کو نہیں روک پائے۔۔۔

بہت بڑا دھوکا

”مکریہ مسٹر ایطال“۔

”ہائیں... تو اس کرنے میں ایطال بھی موجود ہے۔“

”من نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ - چمپاگ کی آواز سنلی

تے رہیں گے کہ چمپاگ کو مسٹر ایطال نظر کیوں نہیں آئے دیے دی۔

”اوہ ہاں۔ مسٹر ایطال آخر ہمارے ساتھی جن کو کیوں نظر نہیں مسٹر ایطال... آپ کو ہمارے دوست چمپاگ نظر آ رہے ہیں؟“

”نہیں... یہ مجھے نظر نہیں آ رہے۔“

”وافد تب مزا آئے گا۔“ - اسکریٹر کامران مرزا نے کہا۔

”دیکا مطلب۔ آپ کس مزے کی بات کر رہے ہیں... اور وہ تقدیر نہ۔“

”ارے باپ رے.... یہاں تو واقعی مسٹر ایطال موجود ہیں... اب کب آئے گا۔“ - چمپاگ نے حیرت ظاہر کی۔

”ہمارے ساتھی چمپاگ فیل ہو گئے۔“

”من نہیں تو۔ میں فیل تو نہیں ہو۔“ - چمپاگ کی بوکھلائی ہوئی میاہاتیں کرنے لگے ہو۔ - اسکریٹر جشید کے لجھے میں بلا کی حیرت تھی۔

”اچھا... کیا واقعی... تب تو مزا رہے گا۔“ - چمپاگ ہنسا۔

”یہ کیسے کہ دو اتم نے کہ تم فیل نہیں ہوئے؟“ ٹی ایس ان جھلا اخجل۔

”ایسے کہ میں نے تو کوئی امتحان ہی نہیں دیا ہے۔ فیل کیسے،“

”میں نے تو اس لے کیا تھا کہ اگر تمہاری اور مسٹر ایطال کی سکتا ہوں... مطلب یہ کہ فیل نہ ہونے کا پرانا طریقہ یہ ہے کہ مرنے والی ہو جائے تو کتنا مزا آئے گا۔ کوئکہ نہ تم ایطال کو دیکھ رہے ہو سے پڑھوئی نہ۔“

”اس طرح سرے سے امتحان نہیں دینا پڑے گا۔“

”لہذا فیل کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔“ - چمپاگ ہنسا۔

”تو پھر کیا خیال ہے... شروع کر دوں۔“

”ہاں۔ کوشش کرو۔ کہ ایطال کو قابو میں کرلو۔ آخر تم حیرت ہے۔ یہ ترکیب کثرت سے فیل ہونے والوں کو آنے

”میں سوجھی۔“ - اسکریٹر جشید مکارے گے۔

”یہ بات واقعی حیرت کی ہے۔ خیو... اس پر ہم بعد میں حیران

دی۔“

”اوہ ہاں۔ مسٹر ایطال آخر ہمارے ساتھی جن کو کیوں نظر نہیں مسٹر ایطال... آپ کو ہمارے دوست چمپاگ نظر آ رہے ہیں؟“

”آئے۔“

”وافد تب مزا آئے گا۔“ - اسکریٹر کامران مرزا نے کہا۔

”اس بار میں سیمانی ٹوپی پہن کر آیا ہوں۔“ - انہوں نے ایطال

”دیکا مطلب۔ آپ کس مزے کی بات کر رہے ہیں... اور وہ تقدیر نہ۔“

”ارے باپ رے.... یہاں تو واقعی مسٹر ایطال موجود ہیں... اب کب آئے گا۔“ - چمپاگ نے حیرت ظاہر کی۔

”ہمارے ساتھی چمپاگ فیل ہو گئے۔“

”اچھا... کیا واقعی... تب تو مزا رہے گا۔“ - چمپاگ ہنسا۔

”یہ کیسے کہ دو اتم نے کہ تم فیل نہیں ہوئے؟“ ٹی ایس ان جھلا اخجل۔

”ایسے کہ میں نے تو کوئی امتحان ہی نہیں دیا ہے۔ فیل کیسے،“

”میں نے تو اس لے کیا تھا کہ اگر تمہاری اور مسٹر ایطال کی سکتا ہوں... مطلب یہ کہ فیل نہ ہونے کا پرانا طریقہ یہ ہے کہ مرنے والی ہو جائے تو کتنا مزا آئے گا۔ کوئکہ نہ تم ایطال کو دیکھ رہے ہو سے پڑھوئی نہ۔“

”اس طرح سرے سے امتحان نہیں دینا پڑے گا۔“

”لہذا فیل کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔“ - چمپاگ ہنسا۔

”تو پھر کیا خیال ہے... شروع کر دوں۔“

”ہاں۔ کوشش کرو۔ کہ ایطال کو قابو میں کرلو۔ آخر تم حیرت ہے۔ یہ ترکیب کثرت سے فیل ہونے والوں کو آنے

ایک جن ہو۔ یہ بات ضرور یاد رکھنا۔ اگر بھول گئے تو ابطال تمہارے سے بھڑے ہوئے۔“
جھکتے دے دے گا۔“

”تمیں دے کے گا۔ آپ فخر نہ کریں۔ آپ جمال۔ تمیں طلاش نہیں کرنا پڑے گا۔“
نمٹ لیں۔ میں ابطال کو دیکھ لوں گا۔“

”لوہ ہو۔ کچھ کرو گے بھی یا باقی بنتے رہو گے۔ یہ میرا گلہ
خونٹے ڈال رہا ہے۔“
”تم جمال کی فخر نہ کرو۔“

وہ ایک بار پھر سے جمال کے سامنے آکرے ہوئے۔ کہا
بڑا تھا اوس تم کے ہنگامے مزے سے اس میں کیے جاسکتے تھے
”کیا کہا۔ ہاک میں گھستے ہو۔ اس سے کیا ہو گا اور اتنا بڑا جن
اطفال کی ہاک میں کیے گھس سکے گا۔“

”یہ تو آپ سمجھتے نہیں۔ میں دھواں ہن کر اس کی ہاک میں
پہلے کیا ہو گیا تھا؟“ اسکرچ جشید حکرائے
”اس پار آپ دونوں من کی کھائیں گے۔“

”اندازے کی قللی۔“ جمال نے کہا اور ان پر چھلا گک لگا دی۔ گھس جاؤں گا۔“

انداز ایسا تھا جیسے ایک ہی چھلا گک میں دونوں کو لے بیٹھے گی۔ ”لیکن کیسے۔ تمیں کیا پتا کہ اس کی ہاک کس طرف ہے۔
اور ان دونوں نے داکیں پاکیں چھلا گکیں لگائیں۔ تاکہ وہ ان لے بیٹھا کر کہا۔

درمیان میں فرش پر کرے۔ لیکن دونوں باتیں نہ ہو سکیں۔ لے بیٹھا کر کہا۔
تیری بات ہو گئی۔ لیکن چھلا گک کے درمیان میں ہی اس نے اپنار جمال کا گھٹنا ان کے پیٹ میں لگا۔ مارے دو دہرے ہو گئے۔
تبدیل کر دیا اور اسکرچ جشید پر آگرا۔ عین اس وقت جب انہوں نے اپنے کام کا اس کی خوبی پر رسید
چھلا گک لگائی تھی۔ اور ابطال نے اسکرچ کامران مرزا کو دیوچ لیا۔ یکان اس حالت میں انہوں نے داکیں ہاتھ کام کا اس کی خوبی پر رسید
لگا ان کی گردان پر دیا ڈالتے۔
”جس۔ جم پاگ۔ تم کمال ہو۔ یہ اپنے مسٹر ابطال ہیں۔“

”جس۔ جم پاگ۔“ تم کمال ہو۔ یہ اپنے مسٹر ابطال ہیں۔“

"اوه اونچے یہ میری ناک میں کیا چیز تھی جا رہی ہے؟"

"اس چیز کو جن کرتے ہیں۔ اب یہ آپ کے ہسپتalon میں جان کی وجہ سے یہ وار ان کے سر پر لگا اور وہ ڈھیر ہو گئے۔

کراچیل کو دیکھائے گا۔ اور آپ کو دن میں تارے نظر آئیں گے۔" "اڑے بات رے۔ آپ کو کیا ہوا؟" انہوں نے چمپاںگ کی یہ کہتے ہوئے اسکر کامران مرزا نے اپنا سر اس کے منڈپ پر دے مارا۔ اُنکی۔

"مم۔ مسٹر چمپاںگ۔ بالکل فضول جن ہو۔ تم سارا کوئی فائدہ کیونکہ اس لئے اس کی گرفت کمزور پر ڈھینی تھی۔

"ہمہا۔ مرزا آگیا۔" انہوں نے چمپاںگ کا قاقہہ سن۔

"کیا ہوا؟" اسکر کامران مرزا حیرت زدہ رہ گئے۔

"اب میں کیا کروں۔ مسٹر ایطال مجھے بھی تو نظر نہیں آ

"میں نے کام دکھایا۔ میں نہ دھواؤ بناناہ ان کی ناک میڑے۔" اس نے بھی کے عالم میں کہا۔

گھاس۔ میں نے تو بس اپنا رومال اس کی ناک میں ہتھ بنا کر گھیڑو۔ "اچھا تم خاموش تو وہ کہتے ہوئے۔ ایک طرف ہو کے کھڑے تو کھٹے ہوئے۔ ان لوگوں سے ہم خود بیٹ لیں گے۔" اسکر کامران

"اوہ۔ اوہ۔ یار چمپاںگ۔ تم تو جاہوں پینتے جا رہے ہو۔" ڈالے جمل بھن کر کہا۔

"جی۔ وہ۔ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اور میں رہتا ہوں۔" مسٹر "ضرور کیوں نہیں۔ آپ کو اگر میری موجودگی ہری لگ رہی میں میں اس کی صحبت میں۔"

"لیکن وہ تو خود ابھی جاہوں نہیں بنے۔" اسکر کامران مرزا "خیس۔ اس کی ضورت نہیں۔ تم سے بہر حال ہم نے ایک بڑا کام لیا ہے۔ تم ہمارے لیے سونے کا جماں سمجھ کر لائے ہو۔"

کے لیجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"لیکن وہ آپ کی صحبت میں تو رہتے ہیں۔ اور میں ان کے سکرانے لگے۔"

"مکری۔"

صحبت میں۔"

"اچھا یار۔ کیا صحبت صحبت لگا رکھی ہے۔" اسکر جشید۔ اور اسکر جشید جمال پر چھا گئے تھے۔ اور برابر اس کا گلا بھنا کر کہا۔

"اگر میں مر گیا اسکرچ جیشید۔ تو تمہارے بھوپال میں ہیں؟" پہ نشان کون ہتھے گا۔ مسٹر ابلاں تو تمہیں ویسے ہی نظر "اول تو اگلوں نہیں سکو گے۔ اگلوں کے تو بھی تمہارے راستے آتے۔ اور وہ گئے مسٹر انوب۔ وہ پہلے ہی تمہارے بس کے بیسی رانور باتی ہے۔ وہ اس جگہ سے پہلے تم سے کھڑائے گا۔ اسے ہیں۔"

"اوہ!!!" وہ دھک سے رنگتے۔ ان کے ہاتھ پر ڈھیلے پڑ کر ہیں بخچ سکو گے۔ میری مد کے بغیر تم ایسا بھی نہیں کر سکو جیوال توب کران کی گرفت سے نکل گیا۔

اسکرچ جیشید نے محوس کیا کہ اسکرچ کامران مرزا نازک میں۔ "ویکھا جائے گا۔ ہم ہمارے نالے نہیں۔ مر رکھتے ہیں۔" حال سے دوچار ہیں۔ لذدا انہوں نے ان کی طرف چھلانگ لگانے اپنے مشن سے پہچھے نہیں ہٹ سکتے۔

اور اندازے سے ابلاں پر ایک مکا اچھال دیا۔ یہ مکا اس کی ناگا۔ وہ بلبلہ اٹھا۔ اور اسکرچ کامران مرزا اس کی گرفت سے گئے۔

"کیا بات ہے میسٹر صاحب۔" جیوال بولا۔

"پورے ہوٹل کو پولیس نے گیرے میں لے لیا ہے۔"

"لیتے دے کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔ میرا فرض تھا آپ کو اطلاع دتا۔"

"مگر یہ۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"اس کا مطلب ہے۔ اکرام آپ کا ہے۔"

"جب تم لوگ ہمارا کچھ نہیں بناڑ سکتے۔ تو تمہارے ماتحت کیا کر لیں گے۔"

"نہیں۔ ویسے تو ہم بھی ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔" تم

"بے وقوف نہ ہو اسکرچ جیشید۔ ذرا سچو۔" جیوال کی کوئی غصہ۔

"کیا سچوں؟"

"ہم چاہتے کیا ہیں۔ وہ سوتے کا جماں بدلتے میں نیویوں اور بچوں کو پالو گے۔ یہ سودا برائی نہیں۔ اس لاٹی جھنڈ کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم نے ہم دونوں کو قلقت بھی دے دی تو تم اپنے یوئی بچوں تک نہیں بخچ سکو گے۔"

"کیوں نہیں بخچ سکیں گے۔ ہم تم سے اگلوں نہیں گے تو

دونوں کے مقابلے میں۔ اب ان کی بھی روک دو جمال۔ یہ ہے اُن دیکھا اور پھر ان پر ایک نظر ڈال۔
ہوئے جا رہے ہیں۔"

"تو سونے کا جہاز کا پاپا جاتا دو۔"
"نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

میں اس وقت فائزگنگ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ معلوم ہوتا ہے۔ باہر کام شروع ہو گیا۔" جمال چڑھا
"ابھی وقت ہے جمال۔ ان کا پاپا جاتا دو۔"

"اور آپ سونے کے جہاز کا پاپا جاتا دیں۔ اس کا بھی ابھی دن
ہے۔" جمال مسکرا۔

"سارا جھکڑا ہی سونے کے جہاز کا ہے۔ تو کیوں نہ مرف سو-

کے جہاز کا جھکڑا رہتے دیں۔ عورتوں اور بچوں کو درمیان سے تلا-

دیں۔ مطلب یہ کہ ہم اٹارچہ کے صدر کے بیوی پنجے والیں کر دینے کے۔

ہیں۔ آپ لوگ ہمارے بیوی پنجے والیں کروں۔ اس کے بعد ہوں گے اور سونے کا جہاز ہو گا۔ کیونکہ یہ تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ

جمال لے چلا کر کہا۔

لے ان کی پروا نہیں کی۔" اسکلر جیشید نے جلدی جلدی کہا۔

"پروا تو خیر کی ہے۔ اور ابھی اور کریں گے۔ کیوں کہ آپ کا۔"

لوگوں کو اور کوئی کام نہیں ہے۔ جب کہ ہمیں سونے کے جہاز

سراغ لگانے کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔ ان حالات میں آپ اپنے

بچوں کو سراغ لکائیں گے۔ اور ہم سونے کے۔"

میں اس وقت فون کی سختی بیگن۔ جمال نے چوک کر فون کی

ارٹ دیکھا اور پھر ان پر ایک نظر ڈال۔

"جانتے ہیں۔ یہ کس کا فون نمبر ہے۔" اس نے بیگن سے

اردازیں کھا۔

"عن۔ نہیں۔" اسکلر کامران مرازا ہکلائے۔

"ہم نے یہاں کا فون نمبر ایک اور صرف ایک شخص کو دیا تھا

"اوہ۔ معلوم ہوتا ہے۔ باہر کام شروع ہو گیا۔" جمال چڑھا
اور اس کا نام رانور ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ یہ فون رانور کا ہے۔ اور وہ کسی خاص خبر کے

لئے ہی فون کر سکتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے رسپورٹ اٹھایا۔

"سارا جھکڑا ہی سونے کے جہاز کا ہے۔ تو کیوں نہ مرف سو-

کے جہاز کا جھکڑا رہتے دیں۔ عورتوں اور بچوں کو درمیان سے تلا-

دیں۔ مطلب یہ کہ ہم اٹارچہ کے صدر کے بیوی پنجے والیں کر دینے کے۔

ہیں۔ آپ لوگ ہمارے بیوی پنجے والیں کروں۔ اس کے بعد ہوں گے اور سونے کا جہاز ہو گا۔ کیونکہ یہ تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ

"کیا کہا۔" سونے کے جہاز کا سراغ لگا یا ہے۔ لیکن کیسے؟"

جمال لے چلا کر کہا۔

"یہ میں کیسے ہتا سکتا ہوں۔ آپ یہاں آ جائیں۔ تو تا دوں

"ہم آ رہے ہیں۔"

جمال نے فون بند کر دیا۔ اور ان کی طرف منہ کرتے ہوئے

"لیں اب ہم کیا کریں گے... ان کا کہنا تو یہ ہے کہ انہوں نے

"یہ لوگ آدھے گھنے بعد معمول پر آ جائیں گے... ان ٹالنے کے جہاز کا سراغ لگا لیا ہے۔"

میں آپ لوگوں کا کہیں جاتا مناسب نہیں.... آپ ان کے پا "ساف ظاہر ہے۔ ہم وہیں جائیں گے۔ جہاں جہاز ہو۔"

ٹھہریں۔ ہم چلتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں روکنے کی کوشش کریں۔ تو پھر چلتے۔ کہیں ہمیں دیر تھہو جائے۔"

"نہیں ہے۔ چلو چلیں۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔ جہراں دروازے بند ہوئے۔ چکا قلعہ۔ وہ افراقتی میں باہر کی طرف دوڑ پڑے۔ ہوٹل واقعی پولیس

سونچ میں پڑ گئے۔ کریں تو کیا۔ آخر وہ ساکت کھڑے رہ گئے۔ کیوں میں تھا۔ اکرام دوڑ کر ان کے راستے میں آگیا۔

جہراں کرے سے ٹکل گیا۔ "ہمارے پیچے آئیں۔ اپنے ماتحتوں کو بھی لے آئیں۔ یہاں رکتے

آدھے گھنے بعد ان کی اُنسی رُک گئی۔ چھڈ مٹھ تک وہ سارا کہی فانکہ نہیں۔"

"اُنھی بات ہے سر۔" اس نے فوراً کہا۔

لیتے رہے۔ آخر بات چیت کرنے کے قابل ہو گئے۔

"آپ نے اُنسیں جانے کیوں دیا؟"

"تم لوگوں کو نہیں سے نجات دلانے کے لئے۔ ہم محمود اُنسیں گھر تھاتو یہ کہ کہیں ان سے پہلے جہراں دغیرہ نہ پہنچ جائیں۔"

پہنچتے کہ نہیں تم لوگوں کے لئے ہی بہت مشکل ہوتی جا رہی تھی۔ "ایک منٹ۔ رُک جائیں۔ سب رُک جائیں۔"

تم نہیں نہ کے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو سکتے تھے۔ لذا ہم۔ ایسے میں فرزانہ بلند آواز میں چالائی۔ سب نے اس کی آواز

سوچا۔ ان لوگوں سے تو پھر بھی بیٹھ لیں گے۔ پہلے تم لوگوں کو ان نے اور چھ کاروں کو ان نے اور یہیں لگتے چلے گئے۔ آخر سب رُک

سے نجات دلادیں۔ اسکے بعد جمیلہ بولے۔

"خیں... آپ کی مرضی۔ دیے ہم چاہتے تھے۔ آپ اُنسیں

"ہم بہت بڑا و ہو کا لکھا رہے ہیں۔" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

جانے دیں۔ ہم پر جو بھی بیٹ جائے۔" محمود نے جلدی جلدی کہ

اس کی چال

ان سب کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں۔ اس کے چھتے
مکراہت تھی۔ بھرپور مکراہت۔

”کیا مکراہت ہی مکراہت میں بات کرو گی۔ فزان کو
نہیں دو گی۔“ قاروق نے جل بھن کر کہا۔

”تم جمال کی چال میں آگئے ہیں۔“

”کیا مطلب۔۔۔ جمال کی چال۔“ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

”ہاں! اس نے ڈرلما رچلایا ہے۔ اس طرح ہم خود بخوا
کے جہاز کی طرف جا رہے ہیں۔ جب کہ وہ اطمینان سے
تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچ جائیں گے۔۔۔ اور اس طرح ہم جہا
کے حوالے کر بیٹھیں گے۔۔۔“

”من نہیں۔۔۔ وہ ایک ساتھ چلائے۔۔۔“

”بہت خوب فرزانہ۔۔۔ خان رحمان یو۔۔۔“

”آج تم نے ہمیں بچالیا۔۔۔ منور علی خان یو۔۔۔“

”اس میں کیا لٹک ہے۔۔۔“

”لیکن میرا خیال یہ نہیں ہے۔۔۔ انکے جمیں بولے۔۔۔“

”تو پھر آپ کا خیال کیا ہے؟“

”میں ابھی اپنا خیال نہیں بتاؤں گا۔۔۔ وہ مکرانے۔۔۔“

”اوہ!“ انکے کامران مرزا چونکے۔۔۔

”یہ آپ کا اودہ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔“

”پچھے باقی ایسی بھی ہونی چاہئیں۔۔۔ جو سمجھ میں نہ آسکیں۔۔۔“

۔۔۔ بولے۔۔۔

”آپ دونوں اس وقت حد درجے پر اسرار نظر آ رہے ہیں۔۔۔“

یہاں تک کہ جمال اور ابطال بھی بلکہ رانور تک بھی ہمیں اس قدر
پر اسرار محبوس نہیں ہوئے۔۔۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ سفر جاری رہے گا۔۔۔ ہم سونے کے جہاز
تک ضرور جائیں گے۔۔۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔۔۔“

ان کا سفر پھر شروع ہو گیا۔۔۔ یہاں تک کہ وہ ایک بے آہاد
ساحل تک پہنچ گئے۔۔۔ لیکن وہاں دور دور تک کوئی جہاز نہیں تھا۔۔۔

”یہاں تو کوئی لکڑی یا وحات کا جہاز بھی نہیں ہے اور آپ
اے تھے۔۔۔ سونے کے جہاز کی طرف۔۔۔“

”کوئی پرواہ نہ کرو۔۔۔“

یہ کہ کرانہوں نے اپنی گھری کا ایک تھا سائبین دیلایا۔۔۔ اور

ہونے کا جائز بھی ہے۔ تو یہ بات ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔” محمود نے پریشان آواز میں کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔“ وہ مسکرا دیے۔

اور پھر ان کا لائچ کا سفر شروع ہوا..... پدرہ منٹ بعد وہ لائچ سے اڑ کر ایک بے آباد جزیرے پر آگئے۔ جزیرے پر ہر طرف ناریل کے درخت لگے تھے۔ ان پر بے تحاشا ناریل لگے ہوئے تھے۔ بہت سے ناریل نہیں پر بکھرے پڑے تھے۔ شاید ان کو کھانے والا دہاں کوئی نہیں تھا۔

”جیشید۔ کیوں نہ پہلے ہم پہنچ بھر لیں۔ یہ ناریل بے ہمارے۔“ پروفیسر داؤڈ کتنے کتنے شراگے

وہ سب نہیں پڑے اور پھر ناریل تو توڑ کر ان کا پانی پینے لگے۔ ساتھ ہی ناریل کھا بھی رہے تھے۔ یہ قدرت کی طرف سے ان کے لیے بہترن غذا تھی۔ انہوں نے خوب پہنچ بھرا اور پھر آگے بڑھے۔ کافی دری تک انہیں چلانا پڑا۔ تب کہیں جا کر انہیں جزیرے کے دریان میں ایک کھلا میدان نظر آیا۔ اس میدان کے پیچوں بچ ایک بڑا سوراخ بھی تھا۔ جو سمندر کے پانی تک چلا گیا تھا، لیکن پانی اس سوراخ میں سے اورپ نہیں آ رہا تھا۔ اس سوراخ کے اوپر وہ جزا موجود تھا۔ جو وہ چمپا گک کی مدد سے دوسری دنیا سے لائے تھے۔

”اے! اس ملکے کا حل یہی ہے۔ ان سے آئنے سامنے بات ہو جائے۔“

اے من کے پاس کر کے بولے

”ہم ساحل پر موجود ہیں۔ لائچ بھیج دیں۔“

”اوکے سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے گھری کا بن پھر دیا دیا۔ وہ آف ہو گئی۔ بن دیا تھا۔ سے ان کی گھری انتہائی طاقت و رہانیسیں بن جاتی تھی اور وہ اس سے گیارہ لاکھ میٹر کے اندر پیغام دے سکتے تھے۔

صرف پدرہ منٹ بعد ایک لائچ ساحل پر آگئی۔ اس پر سوار ہونے سے پہلے انہوں نے چاروں طرف ایک نظر دوڑا۔ ان کے علاوہ دور دور تک کوئی نہیں تھا۔

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمارا خیال غلط تھا۔۔۔ انہوں نے تعاقب نہیں کیا۔“ شوکی بولا۔

”تعاقب تو خیر کیا گیا ہے۔“ ایک جیشید مسکراتے

”ہی۔۔۔ کیا فرمایا۔۔۔ تعاقب کیا گیا ہے۔“

”ہاں۔۔۔ بالکل۔۔۔ لیکن ابھی وہ لوگ سامنے نہیں آئے۔۔۔ غالباً وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم کہاں جاتے ہیں۔“

”اور آپ انہیں ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔“

”ہاں! اس ملکے کا حل یہی ہے۔ ان سے آئنے سامنے بات ہو جائے۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ ہم جس جگہ چاہے ہیں۔۔۔ اگر دہاں

ہے۔

”یہ جگہ غیر محفوظ نہیں ہے۔ انکھڑ جشید سکرائے
لیکن کیسے؟“

”تم لوگ اس سوراخ کو دیکھ رہے ہو۔“

”جی ہاں بالکل۔ تو ہماراں سے کیا ہوتا ہے؟“

”یہ سوراخ میں نے خود بنوایا ہے۔ انہوں نے پراسرار انداز خاہر بھی ہو گئی۔ لہذا میں نے فوری طور پر اس جہاز کو جزیرے تک

میں کما۔

”بات بھکھ میں نہیں آتی۔ اتنا بڑا جہاز پانی کی سطح پر تو کھینچنا سے کر دیا۔ اگرچہ وہ خود بھی حیران ہوئے تھے کہ سوراخ کی یہاں کیا لکھا ہے۔ لیکن خلکی پر کیسے اس کو کھینچ کر یہاں تک لایا گیا۔ پہلے غورت ہے۔ اب سنو۔ یہ جزیرہ ایسا ہے کہ دشمن کو چاروں طرف کی بات عجیب ہے۔ اور پھر آپ نے اس کے نیچے سوراخ کس سے نہ صنان پہنچایا جا سکتا ہے۔ ناریل کے درخت اس کے ساحل پر بنوایا۔“ آصف نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”یہ باتیں بتانے والی نہیں۔ اس لیے کہ اگر دیواروں کے درختوں پر خفیہ فورس کے ارکان موجود ہیں۔ اب ہو بھی آئے گا اور کان ہو سکتے ہیں۔ آنکھیں ہو سکتی ہیں۔ ہواں کے تو اور بھی نہ اس طرف سے بھی آئے گا۔ ان کی قاڑیک سے بچ نہیں سکے گا۔“

”لیکن سوراخ کس کام آئے گا۔“

”یہ بعد میں بتاؤں گا۔“

”لیکن ہمیں تو درختوں پر کوئی بھی نظر نہیں آیا۔“

”یہ درخت چوڑے ہوں والے ہیں۔ ان کی چوڑی پر بھی اتنی

ہاں کیوں نہیں۔ اسی لیے تو وہ فون آیا تھا۔ وہ فون بھی چوڑا تی ہے۔ کم نہیں ہے۔ لہذا اپر سے ان کو کھوکھلا کیا گیا ہے۔ اس طرح ہر درخت پر ایک آدمی موجود ہے۔“

”یہ تو ایسا لگتا ہے۔ جیسے یہ پروگرام ان کا نہیں۔ آپ کا ہے۔“ شوکی کے لمحے میں حیرت تھی۔

”جب جہاز یہاں پہنچ گیا تھا۔ تو میرے ذہن میں پہلا خیال یہ بیا تھا کہ اس کی حادثت کا کیا انتظام کیا جائے۔ کیونکہ اشارجہ اس نہ صنان پر خاموش بیٹھنے والا نہیں تھا اور جہراں کا فون آئے پر یہ بات

بچلا۔ یہ کام خفیہ فورس والوں نے کیا۔ سوراخ بھی میں نے ان کے دل کا۔ اگرچہ وہ خود بھی حیران ہوئے تھے کہ سوراخ کی یہاں کیا لکھا ہے۔ لیکن خلکی پر کیسے اس کو کھینچ کر یہاں تک لایا گیا۔ پہلے غورت ہے۔ اب سنو۔ یہ جزیرہ ایسا ہے کہ دشمن کو چاروں طرف بچتا ہے۔ اور پھر آپ نے اس کے نیچے سوراخ کس سے نہ صنان پہنچایا جا سکتا ہے۔ ناریل کے درخت اس کے ساحل پر بنوایا۔“ آصف نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”جیسے آپ کی مرشی۔ تم میر بھی کر لیتے ہیں اور انہی... کیا آپ کے خیال میں... جہراں اور اس کے ساتھی میں آج گے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ اسی لیے تو وہ فون آیا تھا۔ وہ فون بھی چوڑا تی ہے۔ کم نہیں ہے۔ لہذا اپر سے ان کو کھوکھلا کیا گیا۔ پروگرام کا ایک حصہ تھا۔“

بن گئی۔

”ہاں؟ کیا رپورٹ ہے؟“

”قریباً تین سو آدمی تھے لانچپول پر آئے ہیں.... اور“۔

”فائزگنگ انہوں نے تو نہیں شروع کی تھی۔“

”نہیں سر... لیکن وہ جزیرے پر اترنے لگے تھے کہ ہم نے فائزگنگ شروع کر دی۔ کیا ہم نے قفل کیا؟“

”نہیں.... بالکل تھیک کیا۔ یہ لوگ ہمارے ملک کی جڑیں کاشت رہتے ہیں۔ آج تمہیں اجازت ہے.... ان کی جڑیں کاٹ دو۔“

اپکل جشید نے سرد آواز میں کہا۔

”اوے کے سر۔ اگر یہ بھاگ نہیں گئے تو ہم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ ان شاء اللہ۔“

”بہت خوب۔“ انہوں نے پہن آف کروا۔

”لیکن بالکل.... یہ تو سراسر نیادی ہے۔“۔ آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

”کیسی نیادی؟“

”یہ کہ ہماری خیرہ فورس تو دین کے ان دشمنوں سے جنگ کرے اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے پیشے رہیں.... میرا مطلب ہے.... ہم بھی بجک کریں گے۔“

”اوہ اچھا۔ آکے میں جانتا تھا۔“ تم لوگ یہ بات ضرور کبو

”اوہ اوہ۔“ ان کی آوازیں ابھریں۔

”آپ نے یہ باتیں کیوں تھا دیں۔۔۔ جب کہ سوراخ والی بات اب تک نہیں تھائی۔“

”سوراخ والی بات چونکہ باقی باتوں سے اہم ہے۔۔۔ اس لئے نہیں تھائی۔“

”میں اس وقت ساحل کی طرف سے فائزگنگ شروع ہو گئی۔“

”شاید وہ لوگ آگئے۔“

”اور اگر فائزگنگ کے تینیں میں یہ لوگ ہمارے گے تو کیا ہو گا۔“

”ہم اپنے گھروں کا پتا کس سے پوچھیں گے۔“ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

”خیال، اہلیاں اور رانور ایسے لوگ نہیں۔۔۔ جو عام لوگوں کا فائزگنگ سے مارے جائیں۔“

”تب پھر درختوں پر آدمی بخانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت تھی۔۔۔ وہ تھا نہیں آئتے تھے۔ پورے جہاز کو کہا یہ تین آدمی لے جائیں گے۔“

”اوہ۔۔۔ کیا آپ کے خیال میں وہ پوری فوج ساتھ لائے ہیں؟“

”پوری فوج نہیں۔۔۔ لیکن ہمارے ملک میں موجود اپنے ایکنڈ کو ضرور ساتھ لائے ہوں گے۔۔۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔۔۔ یہ کہ اسکل جشید نے اپنی گھری کا درمیان والا بُن دبا دیا۔۔۔ وہ فوراً زانیز

گے، لہذا میں نے اس کا اختتام بھی پسلے ہی کر لیا تھا۔ تم لوگوں کے
مور پرے اس طرف ہیں۔ آج تم بھی شوق سے ان کا ٹھکار کر دے اور
گلے ہاتھوں یہ بھی ہتا دوں۔ کہ ہمیں سونے کے جہاز کی اتنی پروا
نیں۔ جتنی ان ایجنتوں کی ہے۔ ہمارے ملک کو سونے سے اتنا قائدہ
نہیں ہو گا۔ جتنا نقصان یہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ میں نے سوچا تھا۔
سونے کے جہاز کے پچھر میں آخر پر لوگ ٹھکل کر سامنے آئیں گے
ہی۔ لہذا موقع نیمت ہو گا۔ اور ہم ان کا ٹھکار کر سکیں گے۔ لہذا
وہ لمحہ آگیا ہے۔ جیرال، اپٹال اور رائویز اور اشارجہ کتنے بھی
چالاک کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ میرے جاں میں آگے ہیں۔

”واہ۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ ہم بھی سوچتے تھے کہ آخر آپ سونے
کے بھاڑک کے معاملے میں اس حد تک کیوں اڑ گئے ہیں۔“

”بیس بیس۔۔۔ کافی ہے۔۔۔ اب تھی داد بھی نہ دے دیں کہ میں
ہمیں جاؤں۔۔۔ اور پھٹ جاؤں۔“ انہوں نے بوکھلا کر کما اور سب مکرا
پیے۔۔۔

پھر وہ مور پرے سنبھال کر بیٹھ گئے۔ اب وہ ایک ایک درخت پر
ڈاد دیں تین تین تھے۔ صرف وہی نہیں۔۔۔ خفیہ فورس والے بھی اسی
لمحہ دو دو تین تین تھے۔ گوا خفیہ فورس والے بھی تین چار سو کے
تربیب وہاں موجود تھے۔ وہ چاروں طرف سے ساحل کو بخوبی دیکھ کر
تھے اور ساحل پر اترنے والوں کے نشانے لے سکتے تھے۔ ایک طرف
ساحل پر انہیں قرباً ہیں آدمی ڈیمیر نظر آئے۔ گوا اسی طرف کی لامی

ہے اسی وقت سے اسکرٹ جیش نے انہیں اس کام پر لگادا تھا۔
”آپ کی ذہانت کی بھی داد دینے کو تھی چاہتا ہے۔“ اسکرٹ
مران مرزا مکرا ہے۔ ”ارے تو دے دیں نا۔ میں نے دو کا ہے آپ کو۔“ اسکرٹ
بیدرنے ہنس کر کہا۔

”تلے لیں۔۔۔ ہاں کون سا ہمارے پاس داد کی کی ہے۔۔۔ چلو
تھی سب لوگ داد دیں انہیں۔۔۔ اور ہاں بہت فراغ دل سے داد دیں۔“
”ضرور۔۔۔ ضرور کیوں نہیں۔۔۔ اکل ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔۔۔
ہاں ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔۔۔ یار ہم تمہیں داد دیتے ہیں۔“ وہ
ب پولنے لگے۔۔۔

”بیس بیس۔۔۔ کافی ہے۔۔۔ اب تھی داد بھی نہ دے دیں کہ میں
ہمیں جاؤں۔۔۔ اور پھٹ جاؤں۔“ انہوں نے بوکھلا کر کما اور سب مکرا
پیے۔۔۔

”بہت شاندار۔۔۔ بہت لا جواب۔“ وہ پر جوش انداز میں بولے
اور پھر وہ اپنے مور جوں کی طرف بہڑ گئے۔۔۔ ان کے لئے بھی
درختوں کی کھوٹہ تیار کی تھی۔۔۔ صاف ظاہر تھا۔۔۔ یہ کام ان کے لئے
خفیہ فورس نے ہی کیا تھا۔ اور جب سے وہ جہاز لے کر آئے تھے۔

والوں نے ساحل پر اترنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس کے پس میں جگ جیتیں یا ہاریں۔۔۔ ہمیں ان خاموشی چھاگئی تھی۔۔۔ شاید ان لوگوں کو اس کی امید نہیں تھی۔۔۔ کیونکہ مومن ہر حال میں لڑتے ہوا تھا۔۔۔ اسے دنیاوی نقصان سے زیادہ آخرت کی غفرنگ ہوتی ہے۔۔۔ اور

اچاک دوسری طرف کی لامپ پر سے وہ لوگ چلا تھیں لاک سلان جملو کرتا ہے تو آخرت میں اس کو بیٹھ بیٹھ ہے۔۔۔ اترے اور جزیرے پر دوڑنے لگے۔۔۔ فوراً ہی گولیوں کی بوچھاڑ آئی ہوئی ہے کہ صرف اور صرف اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے ان کا صفائیا کر گئی۔۔۔ ایک بار پھر سنانا طاری ہو گیا۔۔۔ ایسے میں چدمب۔۔۔ کوئی دکھادا وغیرہ نہ کرے۔۔۔

بعد جمال کی آواز گوئی۔۔۔

"ان پاتوں کا یہ کون ساموچ ہے۔۔۔ جمال کی آواز سنائی دی۔۔۔"

"اپکر جشید۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ آج آپ بزرگوں کی طرح کیوں نہ۔۔۔" اپنے۔۔۔ اگر آپ ان پاتوں کو برداشت نہیں کرتے تو ہم صرف طاکی پات کر لیتے ہیں۔۔۔ یہ کہ کر انہوں نے ایک لامپ کا شانہ لیا اور

"یہ بزرگ کیسے ہو گئی؟" اپکر جشید بولے

"سائنس آکر لیں۔۔۔"

ان کے ساتھیوں نے بھی لامپ پر گولیاں برسانا شروع کیں۔۔۔

"ہم سائنس ہی ہیں۔۔۔ آپ کے پیچے سے وار نہیں کر رہا۔۔۔ انہوں نے لامپوں کو بھاگتے دیکھا۔۔۔

ہیں۔۔۔ اپنے مرنے والوں کا جائزہ لے لیں۔۔۔ گولیاں ان کی کروں۔۔۔" ارسے۔۔۔ یہ تو بھاگ نکلے۔۔۔

"یہ اتنی آسانی سے نہیں جائیں گے۔۔۔ اب ہمیں بے خبر کر کے نہیں لیں۔۔۔ اپکر جشید ہے۔۔۔"

"آج آپ مذاق کرنے کے موڑ میں ہیں شاید۔۔۔ ابتکال کی جگہ ادا کریں گے۔۔۔ لیکن ہم بے خبر نہیں ہوں گے۔۔۔ یہ جب بھی آئیں ہوئی آواز سنائی دی۔۔۔"

"نہیں تو۔۔۔ میں تو سمجھدہ ہوں۔۔۔ موت کی حد تک سمجھدہ۔۔۔ نہیں کیا جاسکا۔۔۔ جمال نے موقع کی زیارت کو محسوس کر لیا اور انہیں اپھا تو پھر اپکر جشید۔۔۔ یہ جگ جاک کو بہت مسلک پر لے بھاگا۔۔۔"

"اوہو۔۔۔ مل۔۔۔ لیکن۔۔۔ فرزان نے کانپ کر کہا۔۔۔ گی۔۔۔"

148

”اوہ... یعنی کیا یات ہوئی۔“ آفتاب نے براہ راست پہنچا۔

سوراخ میں ہل چل

”کوئی نہ کوئی یا تو ضرور ہوئی ہو گی۔ درستہ یہ کبھی یہ اللہ
نہ کرتی۔“ مرد فیر دراؤ د مکرانے

اوہر فرزانہ خاموش تھی..... لیکن ان کی آنکھوں میں ڈال کر رہے تھے جس کا مکمل ستاتا طاری رہا..... ان سب کے دلاغ بھائیں ابھسن تھی۔

"میرا خیال ہے... جمال ہم سے چال کر گیا۔" اسپکٹر کامران مرزا

"چال کر گیا... لیکن کیسے ہمیں تو دور دور تک کوئی چال نہ۔

”ہاں یا لک! میکن اس بات کا تبردست امکان ہے۔ کہ اس نہیں آئی۔“

"جب اس نے دیکھا کہ دال نہیں مگر رنگ اور ہم بھائیل کو اتار دیا ہو جزیرے پر۔"

میرا پوزیشن لیے ہوئے ہیں تو اس نے لانچنگ کو بھاگ جائے گا۔ ”ہوں۔ خبیر دیکھ لیتے ہیں۔“ یہ کہ کر پروفسر واؤ نے اپنے
دعا۔ لیکن وہ اپنا ایک آدمی جزرے پر ضرور اتار گیا ہے۔ مگر سے وہ آکھ نکالا۔ جس سے وہ اہلکار کی موجودگی محسوس کر لیتے
پڑے جزیرے کا چائزہ لے اور اسے پہانتے۔ سہال سوتے کا جزا۔ انہوں نے آکھ آن کر دیا اور پوچھا۔

بھی یا نہیں۔ ”

گیا مطلب۔ تم کس کی بات کری ہو۔“ اپکو جشید دیں ” کوئی بات نہیں۔ اب لانچیں تو بھاگ گئی ہیں۔ آپ کے سے لا گئے۔

و نجت اتنے لگے۔ سے ملے رفیع داؤد اتنے

"اے سماں! ان کے منے سے مارے حرث کے لکھا۔

۱۰۷

"اے!" ان کے من سے ایک ساتھ لگا۔

"اوہو۔ لیکن۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ آتاب نے برا،

سوراخ میں ہل چل

"کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہوئی ہوگی۔۔۔ ورنہ یہ کبھی یہ ادا نہ کرتی۔۔۔ پروفیسر داؤڈ مکرائے اوہر فرزانہ خاموش تھی۔۔۔ لیکن ان کی آنکھوں میں شر چد لھے تک مکمل ستائی طاری رہا۔۔۔ ان سب کے دلخواہ بھائیں الجھن تھیں۔۔۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ جمال ہم سے چال کر گیا۔۔۔" "یہ صرف ایک خیال بھی ہو سکتا ہے۔۔۔" اسپرٹ کامران مرزا

"چال کر گیا۔۔۔ لیکن کیسے ہمیں تو دور دور تک کوئی چال نہیں آئی۔۔۔"

"ہل بالکل! لیکن اس بات کا نہ دست امکان ہے۔۔۔ کہ اس

"جب اس نے دیکھا۔۔۔ کہ دال نہیں گل رہی۔۔۔ اور ہم ہلکا اہلاں کو اتار دیا ہو جزیرے پر۔۔۔"

طرح پوزیشن لے ہوئے ہیں تو اس نے لانچیں کو بھاگ جائے کا۔ "ہوں۔۔۔ خبیر۔۔۔ دیکھ لیتے ہیں۔۔۔" یہ کہ پروفیسر داؤڈ نے اپنے دیا۔۔۔ لیکن وہ اپنا ایک آؤی جزیرے پر ضرور اتار گیا ہے۔۔۔ ہر سے وہ آکہ نکلا۔۔۔ جس سے وہ اہلاں کی موجودگی محسوس کر لیتے پورے جزیرے کا جائزہ لے اور اسے چائے۔۔۔ یہاں سونے کا جائزہ۔۔۔ انہوں نے آکہ آن کر دیا اور پولے۔۔۔

"لیکن اس سے جائزہ لینے کے لیے مجھے نیچے اتنا ہو گا۔۔۔" بھی یا نہیں۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔ تم کس کی بات کر رہی ہو۔۔۔" اسپرٹ جشید دعا "کوئی بات نہیں۔۔۔ اب لانچیں تو بھاگ گئی ہیں۔۔۔ آپ کے سے رہ گئے تو ہم بھی اترتے ہیں۔۔۔"

وہ نیچے اترنے لگے۔۔۔ سب سے پہلے پروفیسر داؤڈ اترے۔۔۔

"اے یہ کیا؟؟" ان کے منہ سے مارے جیرت کے نکلا۔۔۔

"اہلاں کی۔۔۔"

"اوہ! ان کے منہ سے ایک ساقچہ نکلا۔۔۔"

"کیا ہوا پروفیسر صاحب؟"

پروفیسر داؤڈ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ جلدی بامان نہ پہنچا دے۔

نئے اترے۔ پروفیسر صاحب بت بنے کھڑے تھے "کوئی بات نہیں سر۔ ہمیں زندگی اور موت کی کوئی پروپرٹی نہیں ہوا۔ آپ بولتے کیون نہیں؟" اسپکٹر کامران مرا اُم۔ اللہ کی رضا کے لئے بڑتے ہیں اور بڑیں گے۔ جب تک ملکی ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے۔

"وہ... وہ لے گیا۔" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔ "ٹھکرے۔" وہ بولے اور گھری کا بٹن آف کر دیا۔

"کون کیا لے گیا؟"

اس کے بعد وہ بھی درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے جماز کی طرف "وہ آکر ابھال میرے ہاتھ سے اچک لے گیا۔" وہ درخت اٹنے لگے۔ اچاک ایک فائز ہوا۔ کوئی اسپکٹر بھیڈ کے سرپر سے میں نئے بالکل تیار کھڑا تھا۔ جو نبی میں اتنا اور میں نے آکر ہاتھ در گئی۔ ابھال نے تو ان کا باقاعدہ شانا لے کر فائز کیا تھا۔ وہ فوراً لیا۔ وہ اچک لے گیا۔

"یہ... یہ بہت برا ہوا۔" خان رحمان بڑا ہائے۔

"اب اسے ارسے باپ رے۔ وہ تو اس وقت تک ہیں؟" خان رحمان بولے

تک بیخ چکا ہو گا۔ ایک منٹ تھمریں۔ یہ کہ کر انہوں نے گز "میرا ہم بھی آپ نے غلط لیا۔ اور مسٹر چمپاںگ کا بھی۔ خیر درمیان والا بیٹن دیا اور بولے

"جزیرے پر جیوال اپنا نظر نہ آئے والا ساتھی ابھال ادا۔" "جن بھائی سے کوئی۔ وہ دیکھئے۔ ابھال کہاں ہے۔"

ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ وہ آج زندہ بیچ کرنے جائے۔ وہ سید حافظ "ہمیں نظر آ رہا۔ میں تو پسلے سے کوشش میں لگا ہوا ہوں۔۔۔ کی طرف گیا ہے۔ لہذا جزیرے کے گرد گھیرا ڈال دیں۔ جزیرے میں شاید اس بار ابھال صاحب میرا بھی بندوبست کر کے آئے ہیں۔۔۔ طرف خلک پتے بھرے ہوئے ہیں۔۔۔ پتلے سے چڑی کی آواز بھی لو کر میں بھی اپسیں نہ دیکھے سکوں۔"

ہے۔ جہاں چڑی کی آوازیں آئیں۔۔۔ فوراً فائز کر دیں۔۔۔ لیکن خیز۔۔۔ "لوہ اچھا۔۔۔ خیز۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ سب لوگ چوں پر نظر س

جماں رکھیں۔ چہ مر کی آواز کے بغیر تو ابھال بھی نہیں چل پڑے اور چڑھ جائیں۔" اسپرٹ کارمان مرزا نے کہا۔
گا۔" اسپرٹ جشید نے ہدایات دیں۔

انہوں نے پتوں پر نظریں جا دیں۔ ایک جگہ اُنہیں بھل آئی۔ اور پھر فاروق، محمود، آصف اور آفتاب، یہ چاروں اور چڑھنے
چہ مراہست سنائی دی۔ کئی قاری ایک ساتھ اس جگہ ہوتے۔ لیکن نہ لگئے۔ ایسے میں ایک چاقو سننا ہٹ پیدا کرتا ہوا آیا اور آصف کے
کوئی بیخ سنائی دی۔ اور نہ خون گرتا نظر آیا۔ نہ ہی عحسوس ہوا۔ کپڑوں کو پچھوٹا ہوا درخت میں پوسٹ ہو گیا۔
گولی کسی کے گئی ہے۔" وہ یہاں جلتے کر رہا ہے۔ ہم اسے نظر آ رہے ہیں۔" "پتا نہیں۔ وہ کہاں سے چھپا ہے۔" خان رحمان الجھن کا ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تب پھر سب اپنے اپنے مورچوں میں دبکے
فاروق یہ کام تم بخوبی کر سکتے ہو۔" ایسے میں فرحت نے کمل باقی اور مورچوں میں وہ کر بیخے کا جائزہ لیتے رہو۔ خنیہ فورس کو
کہون سا کام؟"

"یہ جاننے کا کر۔ وہ کہاں ہے۔"
"کیسے؟" فاروق بولا۔
"ورخت پر چڑھ جاؤ اور اپر سے جائزہ لیتے رہو۔"
"لیکن اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ جائزہ تو ہم بیخے رہ کر کہاں پڑھاہٹ سنی۔"
"اوہ ہو۔ اپر سے صاف نظر آئے گا۔ کہ کوئی کہاں ہل۔" "اک۔ کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" پروفیسر داؤڈ نے اسے گھورا۔
"مطلب یہ کہ زیادہ دور وور تک کا جائزہ لے سکو گے۔ فرد،" اس کے پاس ہی کھڑے تھے۔
"یہ کہ ابھال کا نشانہ خطا جائے۔"

"تب پھر وہ جان بوجھ کر درست نشانہ نہیں لے رہا۔" اسپرٹ
فرحت کی بات نہیں ہے۔ لیکن صرف تم نہیں۔ تین ہم۔

جیشید پولے

"لیکن اس سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔

"وہ ہمارا وقت شائع کر رہا ہے"۔ رفتہ چلائی۔

"کیا مطلب؟"

جیال نے سرے سے تیاری کرنے کیا ہے.... اور اس وقت
تک اپنال ہمیں الجھائے رکھنا چاہتا ہے"۔

"تب پھر... ہم کیا کریں"۔

"پبلے کی طرح سب لوگ درختوں پر اپنے اپنے مورچے سنبھال
لیں.... خطرے کی بو گسوں ہو رہی ہے"۔

وہ سب جلدی جلدی اوپر چڑھنے لگے.... ایسے میں انپکٹر کامران
مرزا چوٹکے۔

"اوہو... یہ بات نہیں تھی"۔

"بھی کیا مطلب... کیا بات نہیں تھی"۔ آصف نے جیران ہو کر
کہا۔

"انقلال ہمارا وقت شائع کرنے کے پھر میں نہیں تھا۔ صرف یہ
احساس ہمیں دلانا چاہتا تھا کہ وہ اس پھر میں ہے۔ اگر ہم سب فوراً
درختوں پر چڑھ جائیں"۔

"اور وہ ہمیں یہ احساس کیوں دلانا چاہتا تھا۔ یہ بھی تو تھا جیسی
تھا۔ فاروق بے چین ہو گیا۔

"وہ چاہتا تھا۔ اس کا جہاز تک جانے کا راستا صاف ہو
جائے.... اور وہ صاف ہو گیا۔ اب تک وہ جہاز کے بڑویک بائیچ چکا ہو
کا۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"میں بھی اسی تیجے پر پہنچا ہوں"۔ انپکٹر جیشید سکرائے
ہائیں آپ اسی تیجے پر پہنچے ہیں اور مزے سے ہائیں کر رہے
ہیں"۔

"تو پھر... اور کیا کریں؟"

"کیا اس کا راستا نہیں روکیں گے؟"

"کیا ضرورت ہے۔ وہ اکیلا اس جہاز کو تسلی جائیں کے
گا۔ ظاہر ہے.... اپنے ساتھیوں کا انتظار کرے گا"۔ انپکٹر جیشید نے
ہواب دیا۔

"بالکل ٹھیک۔ لیکن ہاتھ لوگوں کے آئے سے پہلے تم ایک
رشمن کو کم کیوں نہ کروں۔ پھر ہاتھ رہ جائے گا جیال۔ اگر ہم اسے
نکالنے لگاویں.... یا بیکار کر دیں تو میدان ہمارے ہاتھ میں ہو گا۔ ہاتھ
ایجتوں سے ٹکر لینا ہمارے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہو گا"۔

"اور ابھی راٹور جو رہتا ہے"۔ آصف بولا۔

"وہ یہاں نہیں۔ اس جگہ ہے.... جہاں ہمارے پھوٹوں کو رکھا
کیا ہے"۔

"مطلب یہ کہ ہمیں انقلال کا انتظام کرنا چاہیے"۔ انپکٹر جیشید

پولے

"ہاں! ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سب لوگ میں رہیں۔ صرف ہم آگے جائیں گے۔"

"صرف ہم سے آپ کی کیا مراد ہے؟" محمود نے جیران ہو کر کہا۔

"ہم سے مراد ہے..... ہم..... خفیہ فورس والے سورچوں میں رہیں گے اور ساحل کی طرف نظریں رکھیں گے۔ ہم لوگ جہاز کی طرف جائیں گے اور ابطال سے تحرانے کی کوشش کریں گے۔"

"چھا پروگرام ہے۔" پوفیض رواد پولے

انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اب وہ سب جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن درختوں کی اوت لیتے ہوئے کیونکہ آخر کو وہ ایک نظر نہ آتے والے دشمن کی طرف جا رہے تھے۔ وہ کسی وقت بھی ان پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ درخت عبور کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جہاز کے آس پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی نظریں چاہوں طرف دوڑائیں۔ کس قسم کی حرکت کے آثار نظر نہ آئے۔ لیکن اگر ابطال جہاز کے اندر تھا تو وہ انہیں نظر آجھی کیسے سکتا تھا۔ ایسے میں فاروق آگے پڑھا۔ سب نے اسے سیڑھی کی طرف جاتے دیکھا۔

"اے.... خبردار... کمال جاتے ہو؟" محمود نے سرگوشی کی۔
لیکن فاروق نے چیزے نہیں۔ بس ہاتھ کا اشارہ کیا کہ دیکھتے رہو۔ اب ان کی نظریں فاروق پر جم گئیں۔ نزویک پہنچ کر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکالا۔ پیکٹ کھولا اور نہیں پر اسے جھاؤنے لگا۔ پیکٹ میں سفید رنگ کا پاؤڈر تھا۔ وہ دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اب فاروق واپس پہنچا۔ سب مکرانیے۔

فاروق کی اس حرکت سے مطلب یہ تھا کہ اگر ابطال جہاز کے اندر ہے۔ تو جب وہ باہر آئے گا۔ اس پاؤڈر کی وجہ سے اس کے ہدوں کے نشانات بنتے نظر آ جائیں گے۔ اور وہ جان جائیں گے کہ ابطال باہر آ رہا ہے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ جہاز کی ایسی تین سیڑھیاں اور تھیں۔ ایک اس طرف وہ دوسری طرف۔ جب کہ فاروق کی بیب میں پیکٹ صرف ایک نکلا تھا۔

"کوشش بہت خوب ہے۔ لیکن پیکٹ چار ہونے چاہئیں تھے۔" شوکی نے اشاروں میں کہا۔

"تمن پیکٹ تم لوگ نکالو ہا۔" فاروق نے منہ نیاپا۔

"ہماری جگہوں میں الٰم غلم نہیں بھرا ہوتا۔" محمود ہنسا۔

"تو بس پھر خاموش رہو۔" اس نے منہ پیاپیا۔

وہ پاؤڈر پر نظریں جھائے رہے۔ آخر آؤھے گھٹے بعد قدرے کمزکڑا ہٹ ہوئی اور پھر انہوں نے بیڑ کا نشان بننے دیکھا۔ ساتھ ہی

انپکڑ جشید نے فائز کیا۔ لیکن جواب میں کوئی جیج خالی نہ دی۔ نہ دیے انہوں نے اس کی بھی نہیں سنی تھی۔ وہ ساحل پر پہنچے۔ تو لاشیں پہنچی تھیں.... درخت گردے پرے تھے۔ لیکن یہ صرف ایک ابھال کچھ بولا۔ انہیں بہت جیت ہوئی۔ اسی وقت ایک نشان اور طرف کا حال تھا۔ مطلب یہ کہ انہوں نے ابھی صرف ایک طرف بنایا۔ انہوں نے پھر فائز کیا۔ کوئی نتیجہ نہ تکلا۔

”شاید ابھال نے فاروق کو پاؤڑ چھڑکتے دیکھ لیا تھا۔ اور اب ایک بم مارا تھا۔“
”وہ کوئی چال چل رہا ہے۔“
”یا پھر ہمارا وقت شائع کر رہا ہے۔“

”ہاں! اس کا امکان ہے۔ آخر کو جمال آرام سے تو نہیں بینے۔“
”فوری طور پر چاروں طرف فائزگ فروع ہو چکی تھی۔ اسی وقت ایک دھماکا اور ہوا۔ اس پار دھماکا دوسری طرف ہوا تھا۔ لیکن عین اس لمحے ساحل کی طرف سے فائزگ کی آواز سنائی دی۔ اب وہ ہوشیار ہو چکے تھے۔ پسلے بھتنا نقصان اب نہیں ہو سکتا تھا۔ اور فوراً ہی کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکا ہوا۔ وہ لرز کر رہ گئے۔ یہ خیر فورس پوزیشن لے چکی تھی۔ نقصان ضرور ہوا۔ لیکن انپکڑ ضرور بم دھماکا تھا۔ اس کا مطلب تھا۔ جمال اس پار اپنے ساتھیں بیش کے اعلان نے ان میں ایک روح پھونک دی۔ آن کی آن میں کے ساتھ لوٹا تھا تو بم بھی ساتھ لایا تھا۔ ان کی شی گم ہو گئی۔ انہیں کو ٹک ٹک گئی۔ ان پر موجود دشمن پانی میں چھلانگیں لگاتے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جمال اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔ اور اس نظر آئے وقت تک ابھال بھی گویا ان کے ساتھ ڈھنڈ کرتا رہا تھا۔ اس کا مقدمہ ”انہیں بھی نشانہ بناتے رہو۔“ انپکڑ جشید نے حکم دیا۔

بھی سی تھا کہ انہیں بس الجھائے رکھے۔ تاکہ وقت گزر جائے۔“ خود ان کے ساتھی بھی برابر فائزگ کر رہے تھے۔ اب وہ اپنے بچاؤ کی کوئی بات نہ سوچ سکے۔ اور یہ اندازہ بھی نہ لگا سکیں کہ بذیات میں اس حد تک ذوب چکے تھے۔ کہ انہیں اس کی کوئی پروا جمال کی ارادہ لے کر گیا ہے۔
”وہ ساحل کی طرف بے تھشا دوڑ پڑے۔ انہیں یوں لگا۔ جشید نے ایک بم اچھلتے دیکھا۔ فوری طور پر انہوں نے فائز کیا۔ گولی ہیے انہیں اس طرح بھاگتے دیکھ کر ابھال نور زور سے نہ رہا ہو۔ ان بم کو گلی۔ اور وہ وہیں چھٹ گیا۔

اس بار جنیں دشمنوں کی گونجیں۔ اور ان کے حوالے وجہ، اس لینے کے لئے جب من باہر نکالے گا تو بت دور جا پکا ہو گا۔
کئے۔۔۔ نظریں بخادیں کہ اب کوئی بھم پھینکا گیا تو اس کا انجام بھی لکھی کر مل کی وجہ سے ہم اسے دیکھ نہیں سکیں گے۔۔۔ اپکل جشید نے انکار
جا سکے۔

فائزگ اور بھول کے دھماکے۔ آدھ گھنٹ تک جاری رہے۔
پھر دونوں طرف تکل طور پر خاموشی چھا گئی۔ سمندر میں اب ایک بھی
رضا کا ہو۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی گول اسے لگ گئی ہو۔۔۔ آصف
لاجع نظر نہیں آ رہی تھی۔۔۔ سب کی سب ڈوب پکی تھیں۔۔۔ ان کے
چیخترے البتہ سمندر میں دور دور تک نظر آ رہے تھے۔۔۔ ان چھکڑوں
سے آگ اور دھواں اب تک اب تک اٹھ رہے تھے۔۔۔ مظر بت
ہو ناک تھا۔۔۔ ادھر ساحل پر خیہ فورس کی لاشیں پھیجی تھیں۔۔۔ ان
کے بھی سب ساتھی زخمی ہوئے تھے۔۔۔ خود اپکل جشید اور اپکل
کامران مرزا بھی محفوظ نہیں رہے تھے۔۔۔ ان کے جسموں پر بھی جگہ
جگہ زخم تھے۔۔۔

اب دارالحکومت سے مدد منگائی گئی۔۔۔ انہیں وہاں پہنچ گئیں۔۔۔
پلیس ساحل پر اتری۔۔۔ اتنی لاشیں دیکھ کر وہ سب لراٹھے۔۔۔ پھر ان
لاشوں کو جمع کیا گیا۔۔۔ اور شر لے جایا گیا۔۔۔ وہ دیہی شہر گئے۔۔۔ ان
کا بھی آواز کی گونج ضرور انسیں سنائی دی۔۔۔ لیکن مترجمہ الہ کا
طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔

”شاید وہ بھی ڈوب گئے۔۔۔ اپکل کامران مرزا بولے۔۔۔

”ہمیں۔۔۔ سب ساتھیوں کے ختم ہو جانے کی وجہ سے جواب
نہیں دے رہے۔۔۔ وہ سمندر کے پیچے بہت دیر تک رہ سکتا ہے۔۔۔

”تو پھر۔۔۔ کیا بات ہے؟“

”یہ سونا تو ہمیں بہت منگا پڑا ایجاداں۔۔۔“

”بات سونے کی نہیں۔ نہ سونے کے جہاز کی ہے۔ ان کے ذریعے اب تک یہ بات معلوم کر لی ہو گی۔ لذا وہ اب پھر نئے سرے دباو میں آ کر اگر ہم سوتا واپس کر دیتے تو انشارج ایسے نہ جانے کے سے حملہ کریں گے۔“

”تب پھر۔ آپ یہاں کیوں آئے تھے۔ جب یہاں سوتا نہیں تھا۔“ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

”میں چاہتا تھا۔ اس جزیرے پر ان سے لکھ لی جائے۔ وہ یہ خیال کریں کہ سوتا یہاں ہے۔ لذا مقابلہ ان سے یہیں ہو جائے۔ کم از کم جرال اور اپٹال پر یہاں قابو پا لیا جائے۔ باقی رہ جائے گا۔“

راثر۔ اس سے مقابلہ ہیاں ہو جائے گا۔ جماں ہمارے ساتھی تھے ہیں۔ لیکن انہوں ایسا نہیں ہو سکا۔ اور اب شاید ہمیں اس مقام پر ان ہمیوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں ان کی طاقت کو توڑنا چاہتا تھا۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔“

”خیر کوئی بات نہیں۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔“

”میں رنجیدہ ہوں۔ اپنے ساتھیوں کی شادت پر۔“ وہ بولے۔

”اور آپ نے اس جہاز کے پیچے سوراخ کیوں کروایا تھا؟“

”میں نے سوچا تھا۔ جب جرال یا اپٹال جہاز پر سوتا نہیں پائیں گے تو کہیں فوراً جزیرے سے فکل نہ بھاگیں۔ انہیں الجھائے رکھنے کے لئے سوراخ کروایا تھا۔ تاکہ وہ خیال کریں۔ سوتا اس سوراخ کے ذریعے سندھر میں اتر آگیا ہے۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ بت خوب۔ بت شاندار۔“ اپکڑ کامران مرزا

”ذریعے اب تک یہ بات معلوم کر لی ہو گی۔ لذا وہ اب پھر نئے سرے دباو میں آ کر اگر ہم سوتا واپس کر دیتے تو انشارج ایسے نہ جانے کے سے حملہ کریں گے۔“

”تب پھر۔ آپ یہاں کیوں آئے تھے۔ جب یہاں سوتا نہیں تھا۔“ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

”میں چاہتا تھا۔ اس جزیرے پر ان سے لکھ لی جائے۔ وہ یہ خیال کریں کہ سوتا یہاں ہے۔ لذا مقابلہ ان سے یہیں ہو جائے۔ کم از کم جرال اور اپٹال پر یہاں قابو پا لیا جائے۔ باقی رہ جائے گا۔“

راثر۔ اس سے مقابلہ ہیاں ہو جائے گا۔ جماں ہمارے ساتھی تھے ہیں۔ لیکن انہوں ایسا نہیں ہو سکا۔ اور اب شاید ہمیں اس مقام پر ان ہمیوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں ان کی طاقت کو توڑنا چاہتا تھا۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔“

”خیر کوئی بات نہیں۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔“

”میں رنجیدہ ہوں۔ اپنے ساتھیوں کی شادت پر۔“ وہ بولے۔

”اور آپ نے اس جہاز کے پیچے سوراخ کیوں کروایا تھا؟“

”میں نے سوچا تھا۔ جب جرال یا اپٹال جہاز پر سوتا نہیں پائیں گے تو کہیں فوراً جزیرے سے فکل نہ بھاگیں۔ انہیں الجھائے رکھنے کے لئے سوراخ کروایا تھا۔ تاکہ وہ خیال کریں۔ سوتا اس سوراخ کے ذریعے سندھر میں اتر آگیا ہے۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ بت خوب۔ بت شاندار۔“ اپکڑ کامران مرزا

”بات سونے کی نہیں۔ نہ سونے کے جہاز کی ہے۔“

”دباو میں پر ڈالتا۔ پورے ملک کی زندگی اجین ہو جاتی۔ ہم اسے کوئی احساس دلانا چاہتے ہیں کہ ہم اس کے دباو میں آنے کے لیے یہاں نہیں۔ جب ایک سونے کا جہاز واپس لیتا اس کے لیے اس قدر مثکل ثابت ہو گا تو وہ آئندہ کوئی دباو ڈالنے کی جرات نہیں کرے گا۔“

”اوہ!“ ان سب کے منہ سے لکلا۔ وہ سب سوچ میں ڈوب گئے اور آخر اس نتیجے پر پہنچ کے اپکڑ جمیں کا خیال ہاکل نیک تھا۔ اور یہ قربانیاں شائع نہیں جائیں گی۔ ان لوگوں کا خون انشارج پر الیک دہشت طاری کرے گا کہ آئندہ وہ تم پر کبھی رب عرب ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اب انہوں نے جہاز کا رخ کیا۔ جہاز کے گرد چکر لگائے۔ بعد آصف بولا۔

”ہاکل کیا یہ وہی جہاز ہے؟“

”ہاں ہاکل۔ کیوں۔ تم نے یہ کیوں پوچھا؟“

”لیکن سوتا تو اس میں نہیں ہے۔“

”ہاں شاید۔“ وہ بولے۔

”می۔ کیا فرمایا۔ ہاں شاید۔“

”ہاں۔ سوتا اس میں نہیں ہے۔ اور جرال نے اپٹال کے

ارے یہ کیا

”یہ.... اس سوراخ میں کیا ہے۔“ خوکی نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

”جو کچھ ہے.... ابھی سامنے آ جائے گا۔“ فکر نہ کر۔
پوزیشن لے لیں۔“ اسپکٹر جشید نے سرگوشی کی۔
وہ جلدی جلدی پوزیشن لینے لگے۔ آخر پانی سے ایک انسانی
سرابھرا۔ پھر وہڑا اور آیا۔ آخر پورا انسان باہر آگیا۔ انہوں نے
دیکھا۔ وہ جیوال تھا۔

”افسوں اسپکٹر جشید۔“ آپ نے بلاوجہ ہمیں اس جزیرے پر
جن کیا۔ یہاں سونا نہیں ہے۔ اس سوراخ کے بیچے سمندر کی میں
بھی نہیں ہے۔ میں دیکھے آیا ہوں۔“ اس کی آواز ابھری۔
”غوط خوری کے لباس کے بنی؟“ محمود کے لئے میں حیرت
تھی۔

”میرے پاس ایک ایسا آگہ ہے۔ جو پانی میں سے آسیجن کھینچ
کر میرے ٹاک تک پہنچا سکتا ہے۔“ اس نے کہا۔

نے پڑھو ش انداز میں کہا۔

”لیکن ہوا کیا۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔“ انہوں نے مت بھایا۔

”یہ لور پاٹ ہے۔ لیکن بہر حال آپ نے چالیں بہت زبردست
چلیں تھیں۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔
میں اس وقت انہیں سوراخ میں بچل محسوس ہوئی۔ ان کے
کان کھڑے ہو گئے۔



"اوہ!" وہ حیران رہ گئے۔

"جس طرح پھلیاں پائیں میں سے آسیجن حاصل کر لیتی ہیں۔ اسی طرح وہ آله عمل کرتا ہے۔" جیوال مکرایا۔

"اور مسٹر ابٹال کماں ہیں؟"

"وہ بیس کمیں چھپے ہوں گے۔ آپ لوگوں کو اپنے نشانے پر لے بیٹھے ہوں گے۔ ماگر آپ مجھ پر حمل کریں۔ تو وہ آپ کو ایسا نہ کرنے دیں۔"

"چلنے یہ بات تو ہوئی۔ کیا اتنے لوگوں کے مارے جانے کا آپ کو پتا ہے۔"

"ہاں! وہ منفرد کیجے کریں میں نے غوطہ لگایا تھا۔ اس سے پہلے ہی ابٹال مجھے یہ بات پتا چکے تھے کہ اس جہاز کے نیچے ایک بست بڑا سوراخ کیا گیا ہے۔ جو پانی تک چلا گیا ہے۔۔۔ اس کا مطلب تھا۔۔۔ میں اس جزیرے کے نیچے سے ہو کر سوراخ تک آ سکتا تھا۔۔۔ چانچھے میں ہوں کا توں کھڑا رہا۔۔۔ اب تو سب ساتھیوں نے اس پر فائز کیا۔۔۔ میں کسی گولی نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ بات طے ہے۔ ہم آپ سے اپنا جہاز تو لے کر رہیں گے۔۔۔ میں چونکہ جہاز یہاں نہیں ہے۔۔۔ اس لئے ہم جا رہے ہیں۔۔۔ اگر تم لوگ ہمیں روک سکتے ہو تو روک لو۔۔۔"

"آپ اس وقت ہماری زور پر ہیں۔۔۔ اگر آپ نے فرار ہونے کی جانے۔۔۔ پھر ایسے دشمن کماں میں گئے۔۔۔ آئے مسٹر ابٹال ہیں۔۔۔ یہ

اشش کی تو چاروں طرف سے گولیاں آپ کو لگیں گی۔"

"اس کے باوجود میرا کچھ نہیں بگئے گا۔۔۔ آپ نے ان کی بات میں ستر ابٹال۔"

"بالکل۔۔۔ یکچھ سے ابٹال کی آواز سنائی دی۔"

"تو پھر ذرا انہیں نظارہ دکھادیں۔"

"مگر۔۔۔ کیا مطلب؟۔۔۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔" نظارے کا مطلب نظارہ ہی ہوتا ہے۔۔۔ کیا سمجھے؟۔۔۔ جیوال چلتا۔

"یہ سمجھے کہ آپ کو بھی ہمارے انداز میں یاتھی کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔"

"ہو گئی ہے تو کیا ہوا۔۔۔ ہو جانے دیں۔"

"پہلی گولی پھر میں ہی چلاتا ہوں۔" یہ کہ کر اسپکٹر جمشید نے

اس پر گولی داغ دی، گولی اس کے سینے پر دل کے عین اوپر گلی۔۔۔ لیکن اس جزیرے کے نیچے سے ہو کر سوراخ تک آ سکتا تھا۔۔۔ چانچھے میں ہوں کا توں کھڑا رہا۔۔۔ اب تو سب ساتھیوں نے اس پر فائز کیا۔۔۔

میں کسی گولی نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

"میں اگر چاہوں۔۔۔ تو تم لوگوں کو ابھی جوابی فائزگ سے بھون کر کرکوں۔۔۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔" جیوال چلتا۔

"وجہ؟"

"تم سے بہت پرانا تعلق ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا۔۔۔ تم مارے

جاوں۔۔۔ پھر ایسے دشمن کماں میں گئے۔۔۔ آئے مسٹر ابٹال ہیں۔۔۔ یہ

کے کروہ جہاڑ کی بیڑھی کی طرف پر بھا۔

ان کی طرف بڑھے۔ لیکن راستے میں جمال آگیا اور انہیں انھا انھا کر
عین اس لئے اپکڑ جہید نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ دونوں اور ادھر پہنچنے لگا۔ وہ گرتے پھر اٹھتے اور اس کی طرف دوڑ کر
کے جنم ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ اس سے پہلے جمال اپنی آتے۔ وہ انہیں اچھال دیتا۔ ایسے میں فرزاد کی آواز سنائی دی۔
چھلانگ لگاتے دیکھ چکا تھا۔ لہذا اس نے اپنا گھٹنا آگے کر دیا تھا۔
اکہ اپکڑ جہید گھٹنے کی ندوں میں آئیں۔ لیکن ہوا اس کے الٹے
اپکڑ جہید فوراً ترجمے ہو گئے اور اس کے پہلو سے ٹکرائے۔ دونوں
دھرم سے گرے۔ لیکن گرتے گرتے جمال نے ایک لات ان پیٹ میں مارنا چاہی۔ اس لات کو انہوں نے دائیں پاؤں پر روکا۔
بیٹ پکڑا کر یہ کیا۔
”بہت خوب۔“ آمف نے کہا اور جوش کے عالم میں آگے
پڑھا۔ لیکن جمال کی لات اس کے بیٹ پر گئی۔ وہ دور جا کر گرا اور
”دیکھ کر حملہ کرو۔ چوت کھاؤ گے۔ یہ کوئی عام انسان نہیں۔“
اپکڑ کامران مرزا نے بھنا کر کہا۔ وہ ابھی تک ابھال کے قبیلے میں
تھے۔
ایسے میں اپکڑ جہید اٹھتے کے قابل ہو گئے۔
”اپکڑ کامران مرزا۔ گھبرا نے کی ضرورت نہیں۔ میں آرہا
ہوں۔“

لیکن ذار سوچ سمجھ کر میں بڑی طرح اس کے قبیلے میں
ہوں۔ آپ کا حملہ کہیں سمجھے اپنے جہنم کے کسی حصے سے محروم نہ کر
۔۔۔ انہوں نے پوکھلا کر کہا۔
اس نے کہا ”اوہ۔ اچھا۔“ انہوں نے کہا اور اپنی جگہ رک گئے۔ پھر

یہ دیکھ کر اپکڑ کامران مرزا حرکت میں آگئے۔ کیونکہ
اندازہ کر چکے تھے کہ ابھال کس جگہ موجود ہے۔ وہ اس سے پورے
زور سے ٹکرائے۔ اور پھر اس کے جنم سے چمٹ گئے۔

”میر۔ میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔“ وہ چلا گئے۔

ادھر ابھال انہیں ہزار پا کی طرح جکڑ چکا تھا۔ اور ان کے جب
پر نیزدست دیا ڈال دیا تھا۔ انہیں یوں محسوس ہوا۔۔۔ یہیے کہ
قلنچوں نے ان کے جنم کو کتنا شروع کر دیا ہو۔۔۔ اور ان کے سامنے

آہست آہست ان کی طرف بڑھنے لگے۔ انہیں صرف اسپکٹر کامران مرزا نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی مکھی عکڑی کے جال میں چکا ہوئی ہے۔ وہ حرکت تک نہیں کر پا رہے تھے۔ اسپکٹر جمیش کے لیے انہیں "ایک تو آپ انہیں زندہ رکھنے پر قل جاتے ہیں۔ کیا رکھا ہے یہ اندازہ کرنا بھی مشکل تھا کہ اپنال کا سر کماں ہے اور پاؤں کماں۔ تاہم انہیں ایک بات ضرور سوجھ گئی اور وہ یہ کہ اسپکٹر کامران مرزا اداوت آتا ہے۔"

"لیکن ان لوگوں کو زندہ پھوڑنا بھی تو خعل مندی نہیں۔" مرنے ان کی طرف تھا۔ تو ظاہر ہے۔ اپنال کامنہ بھی اس طرح رہا۔

"ہاں شاید۔۔۔ لیکن میں کیا کروں۔۔۔ بہر حال۔۔۔ اگر آئندہ یہ ایسا ہی کیا۔۔۔ یک دم دوڑ لگا دی۔"

"ارے ارے۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ اسپکٹر جمیش تو میدان سے بھاگ لیڈ کی وجہ سے نجھے جو چوت آئی ہے۔ اس نے نجھے بت غصہ دلایا رہے ہیں۔"۔۔۔ جمال کی آواز سنائی دی۔

باقی لوگوں نے دیکھا۔ جمال اگرچہ ابھی اشخے کے قاتل نہیں۔ تو پھر انہیں۔ اور جلدی جلدی ان کے باقی ساتھیوں کا تیاپانچہ ہوا تھا۔ لیکن بولٹ کے قاتل ضرور تھا۔۔۔ اور یہ جلد اس نے نہ ان دونوں سے بیٹھ لون گا۔۔۔ میں ان دونوں سے کہاں کہاں۔۔۔ اڑانے کے انداز میں نہیں۔۔۔ اپنال کو خبودار کرنے کے لیے کہا تھا۔

اپنال اس کا جلد سنتے ہی مرزا۔ اور جس طرف وہ جا پکے۔۔۔ اس پر ثوٹ پڑو۔۔۔ اسپکٹر جمیش نے چلا کر کما۔

تحت۔۔۔ اسپکٹر کامران مرزا کامن اسی طرف ہو گیا۔

"اوہ۔۔۔ ضرور۔۔۔ کیھا نہیں انکل۔۔۔ آصف نے کما اور جمال بی انکل ٹھیک مشرب اپنال۔۔۔ میں کیسی چاہتا تھا۔۔۔ اسپکٹر جمیش اس طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ باقی سب بھی دوڑ پڑے۔۔۔ جمال ابھی اشخے کی آپ کی کمرکی طرف سے حملہ کرنا چاہجے تھے۔"

"فُلر نہ رہیں مسٹر جمال۔۔۔ آج ہم دونوں ان کا مقابلہ کر دیں اس کے چرسے پر پڑنے لگے۔۔۔ اسے ارے۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔ کچھ تو خیال کرو۔۔۔ میں گے۔۔۔"

"میں تو میں نہیں چاہتا۔" جمال نے مہ بنا لیا۔

"ایک تو آپ انہیں زندہ رکھنے پر قل جاتے ہیں۔ کیا رکھا ہے ہوئی ہے۔۔۔ وہ حرکت تک نہیں کر پا رہے تھے۔ اسپکٹر جمیش کے لیے انہیں "پھر کسی سے مقابلہ کرنے کا مرزا نہیں آیا کرے گا۔۔۔ اب کم از تاہم انہیں ایک بات ضرور سوجھ گئی اور وہ یہ کہ اسپکٹر کامران مرزا اداوت آتا ہے۔"

تم لوگوں کا کتنا خیال کرتا ہوں۔ جمال نے بوکھلا کر کہا۔

”اور ابھی کیا کہ رہے تھے آپ۔“

”وہ تو میں مذاق کر رہا تھا... اپنے ساتھی ابھال کو خوش کیا گے۔“

”خالی ورنہ تم لوگوں کو جان سے مارنے کے بارے میں میں تو بھی“ چھپی بات ہے۔ پسلے تو میں اسپکٹر کامران مرزا کا کام تمام کرتا ہے۔ یہ کہ کر ابھال نے اپنی گرفت اسپکٹر کامران مرزا پر اور سخت کر بھی نہیں سکتا۔

”اے اے اے... یہ کیا حرکت کر رہے ہیں مسٹر جمال۔“ اے ان کا دم گھٹنے لگا۔ ساتھ میں ابھال پکڑ بھی کاٹ کر رہا تھا۔

”اسپکٹر جیشید۔ مم۔ مم۔“ کے لیے میں حیرت تھی۔

”بات بھی ہے۔ میں ان لوگوں کو جان سے نہیں مارنا چاہا۔ انہوں نے محروس کیا۔ کہ وہ شدید مشکل میں ہیں۔ اب وہ ہاں لڑائی میں اونہ موہا ضرور کر سکتا ہوں۔“

”تو اتنا ہی کر دیں۔ باقی کام میں کر دوں گا۔“

”لیکن کیسے کروں۔ میرے گھٹنے پر شدید چھوٹ آئی ہے۔“ ان نے اسپکٹر کامران مرزا کو گرتے دیکھا۔ بلکہ وہ دو تین لوٹھنیاں میں اٹھنے نہیں پایا تھا کہ یہ لوگ ثوٹ پڑے اور اب میری الگی کی گئی۔ ایسے میں اسپکٹر جیشید ان پر جا پڑے۔ اب وہ جان کے کیے دے رہے ہیں۔ اب ان کا ایک ہی حل ہے۔“

”اور وہ کیا؟“ ابھال نے فوراً کہا۔ باقی کرنے کے ساتھ تھا۔ اسپکٹر جیشید ان پر جا پڑے۔ اور ایسے میں ان کے ہاتھ وہ گھوم بھی رہا تھا کہ اسپکٹر جیشید اس پر چھڈنے کر سکیں۔ اور ابھال کے بال آگئے۔ بس پھر کیا تھا۔ انہوں نے اس کے بال جیشید اب بہت تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ مگر کسی طرح اس کی پیش لے کر پوری قوت سے جکڑ لے۔ اور ساتھ ہی اسپکٹر کامران پہنچ جائیں۔

”حل یہ ہے کہ آپ جلد از جلد ان دونوں سے چھکارا ہاں جملی پر گئی تھی۔“

”اسپکٹر کامران مرزا۔“ میری جان کی مدد کریں۔ کسی جمال ان کے لئے نکل نہ چلئے۔“

”تھی نہیں۔ آپ ادھر کا گفرنہ کریں۔ جمال صاحب اپنی

زندگی کی انوکھی لڑائی چکھ رہے ہیں۔"

"لڑائی چکھ رہے ہیں..... یہ کیا بات ہوئی۔" - خان رحمان بنے۔

"اٹکل۔ لڑائی کا مرا تو چکھا جاتا ہے نا۔"

"ہاں! یہ تو نا ہے۔ مجھے کہ دیتے ہیں۔ چکھ لیا ہاں تو مدد کرتا ہوں۔" - منور علی خان نے کما اور ان کی طرف دوڑ پڑے۔

آتے ہی انہوں نے اپنال کی دوسری ناٹک پکڑ لی۔

"تو پھر۔ اگر لڑائی کا مرا چکھا جا سکتا ہے تو اصل وہی۔" یہ بھی اس کے دونوں بازوں آزاد ہیں۔ لیکن جب تک میں نہیں چکھی جا سکتی۔ ویسے میں نے ابھی ابھی جیوال کے ایک گل کے ہال پکڑ رکھے ہیں۔ اس وقت تک اپنے ہاتھوں یہوں سے اپنے جوتے کی زبردست ٹھوکر رسید کی تھی۔ یہ صاحب چلا۔ "میں یعنی کے قاتل نہیں ہے۔"

تحت۔ لیکن اس طرح نہیں۔ جس طرح زخمی گھٹنے پر چوت کر۔ "پھر بھی۔ احتیاطاً" میں بھی آ جاتا ہوں۔ کیونکہ جیوال تو اب آدمی چلاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ زخمی گھٹنا دوسرا ہے۔ لختے کے قاتل نہیں ہے۔" خان رحمان نے کما اور ان کی طرف آب میں زخمی گھٹنے پر دار کر رہا ہوں۔"

ان الناظر کے ساتھ ہی جیوال کی دلدوڑ تین فضائیں ابھری۔ "رہ گیا ایک ہاتھ۔ محمود تم بھی ادھر آ جاؤ۔" تاکہ پروفیسر

"ہاں اب وہ آواز سنائی دی ہے۔ اور اب یہ صاحب اب اپنا کام دکھائیں۔"

ٹھیک ہونے تک تو چل پھر سکھیں گے نہیں۔ لہذا آپ اپنال سے "اوہ اچھا۔" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب۔ پروفیسر صاحب اپنا کام دکھائیں۔ یہ کیا بات لیں۔"

"یہ میری گرفت میں ہے۔ کیونکہ اس کے ہال میری، میں؟" اپنال کی یوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

میں ہیں۔" اپنکے جشید مکارے۔ "مطلوب یہ کہ ہمارے پروفیسر داؤڈ بہت کمال کے ہیں۔ ایسے

"اور میں بھی اب آپ کی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے کام دکھاتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ابھی آپ دیکھو ہی

اپنکے کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔"

وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے اور اپنال کی ایک ناٹک پکڑ

اُن میں نے تزویری ہے... ابھی آپ نے جیت سنی تھی ہے۔"

"بہت خوب! تو پھر تم اوہر آسکتے ہو۔"

"آگیا۔ آپ حکم کریں۔"

"بس اپنی جیب سے قینچی نکال دو۔"

"تُن۔ قینچی۔" وہ ہکلایا۔

"ہاں بھی۔ کیا تم ساری جیب میں قینچی نہیں ہے۔"

"نہ تو خیر ضرور ہے۔ لیکن.... آپ کو ان حالات میں قینچی کی

نہ روت جیش آگئی۔"

"بس دیکھتے جائیں.... لیکن نہیں۔" یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔

اس نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور جب اس کا ہاتھ باہر آیا

جلا؟"

"آپ کی طرف۔"

"یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"بس دیکھتے جائیں.... لیکن نہیں۔" یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔

محمود چکا۔

"یا نہیں ہو سکتا۔" ابھال نے جیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ آپ دیکھتے جائیں۔"

میں اس وقت پروفیسر صاحب اس کے بالکل نزدیک آگئے اہم۔ یہ قینچی ہے۔ حد ہو گئی۔ ارے بھی یہ تو نارج ہے۔"

"اوہ! معاف سمجھنے گا۔" میں نے دیکھا ہی نہیں۔"

اب اس نے پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس بار اس کا ہاتھ باہر

ہی میں ایک عجیب سی پٹل تھی۔

"بس نکال چکے تم قینچی۔" اپنے جیسید بھتا گئے۔

"اس کام کے لئے شاید ہمیں آنا پڑے گا۔" آصف بولا۔

"ماں۔ کیا تم ساری جیب میں بھی قینچی ہے؟"

ساتھ ہی ابھال کی ولدوں میں جیج فضا میں ابھری۔

"اف میں مرا۔ مم۔ میری آنکھیں۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں۔

دے رہا ہے۔"

"فاروق۔ تم اوہر سے فارغ ہو گئے ہو یا نہیں۔"

"بھی ہاں! بس فارغ ہی سمجھے لیں۔ جمال کے دوسرے گھنے

محمود اس وقت تک اس کا دوسرا ہاتھ پکڑا تھا۔ ایسے میں

پروفیسر داؤڈ آگے بڑھے۔ ان کی آنکھوں پر ایسے میں بھی شری فرو

کی عینک تھی۔ یہ عینک ان کی آنکھوں پر ہر وقت رہت تھی۔

"میں عینک کو ہاتھ لگا رہا ہوں۔ اس کا من کس طرف ہے

"آپ کی طرف۔"

"یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"بس دیکھتے جائیں.... لیکن نہیں۔" یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔

محمود چکا۔

”نمیں۔ تم ساری جیب سے نکلنے کے لئے آتا پڑے گا۔“
”وہ پھر پروفیسر الکل۔۔۔ دس منٹ کے لئے مسٹر جمال کو بھی
”حد ہو گئی۔۔۔ اورے یہ نکل آئی۔۔۔ یہ مجھے۔۔۔“
اڑھا کروں، اورھر سے فرزانہ نے ہاک لگائی۔
اسپلائز جمیڈ نے اس سے قیچی لی اور ابھال کے بال کاٹ۔
”کیوں۔۔۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ اب تو یہ تم لوگوں کے
بنے میں ہے۔۔۔“
”آپ کر کیا رہے ہیں؟“

”ابھال کے بال کاٹ رہا ہوں۔۔۔“
”تب پھر آپ اسے بے بس کیسے کر سکیں گے۔۔۔“
”بال کلنے سے اس کی طاقت گوا ختم ہو جائے گی۔۔۔“
”یہ اندازہ آپ نے کیسے لگایا۔۔۔ بالکل منی میں جکڑ لے
طاقت زائل ہو جاتی ہے یہ خیر اور بات ہے۔۔۔“
”میک ہے جمیڈ۔۔۔ تم اس کے بال کاٹ دو۔۔۔“
”اے پسلے میری آنکھوں کا تو کچھ کرو۔۔۔“
”دس منٹ بعد دیکھنے کے قابل ہو سکو گے، اس سے
نمیں۔۔۔ اور جونہی تم دیکھنے کے قابل ہوئے۔۔۔ میں ایک بار،
عینک کو ہاتھ لگا دوں گا۔۔۔“

”میں چوکس کھرا ہوں۔۔۔ ہاتھ عینک کے پاس ہے۔۔۔ جونہی اس
نے آنکھیں کھولیں۔۔۔ عینک کو ہاتھ لگا دوں گا۔۔۔“
”عینک ہے۔۔۔ لیکن کرنا کیا چاہتے ہو۔۔۔“
”اے پوری طرح قابو کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ اور ہم کیا چاہیں
گے۔۔۔ رفتہ نہی۔۔۔“

”میری نئی اسجاس۔۔۔ صرف فریم کو ہاتھ لگاتے ہی اس کی کمز
نگی نہیں۔۔۔ میری نیشی میں سے اور ان میں سے
شماں خارج ہوتی ہیں کہ سامنے والے آدمی کو کم از کم دس منٹ
لے بالکل اندھا کر دیتی ہے۔۔۔ لہذا دس منٹ تک میر کرو۔۔۔“
”اب وہ جمال کے ٹھنڈوں پر ٹھوکریں رسید کرنے لگے۔۔۔
”اے ارے۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔“

"تمہارے خیال میں۔ اگر تم بغیر چینی کے گھنٹوں سے بھی چڑھے۔"

پھرنے کے قابل ہو گئے تو کم از کم نوٹے ہوئے ٹھنڈے سے تو کھڑے۔ "شروع ہو گئیں اور ادھر کی ہاتیں۔"

نہیں ہو سکو گے۔ لہذا ہم تمہارے نئے توڑ رہے ہیں۔"

انہوں نے ٹھنڈے پر ٹھوکریں جاری رکھیں۔ جیوال کی چینیں ان

"خداوار۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔" جیوال غلایا۔

کے کاؤں میں گوچی رہیں۔ آخر دہ خاموش ہو گیا۔ جس کا مطلب

"اگر ہم نے ایسا کیا تو آپ کیا کریں گے۔ پڑتے ذرا یہ نہ لاد دے بے ہوش ہو گیا ہے۔

"اٹکل منور علی خان آپ ذرا اپنے ڈکاری تھیلے میں سے ہاتھیوں

"پھر میں تم لوگوں کے ساتھ آئندہ زندگی میں کبھی لحاظ نہیں کر پڑنے والا۔ لگبھر نکالیں اور جیوال کے پاؤں میں ڈال دیں۔" کروں گا۔"

"یہ کیا مشکل ہے۔۔۔ ابھی لو۔"

اوھر اپکڑ جشید تیزی سے اہٹال کے ہال کاٹ رہے تھے۔

"وہی اس کا سر صاف ہوا۔۔۔ وہ چلا کے۔

"اس وقت۔ اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں۔۔۔ لیکن نہ

لوگوں کو پچھتا ناپڑے گا۔"

"یہ تو مستقبل کی بات ہو گئی۔۔۔ لہذا ہمیں کوئی پروا نہیں۔"

آپ اس وقت کی بات کریں۔"

"اس وقت۔ اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں۔۔۔ لیکن نہ

ہو کر کما۔

"کیا مطلب؟"

"بھی بہت دن ہو گئے پچھتائے۔۔۔ چلو اس بھانے پچھتا بھی لیں

گے۔"

"تم تو اس طرح پچھتا نہ کا کہ رہی ہو جیسے ستائے کی بات اُر

رہی ہو۔۔۔ یعنی بہت دن ہو گئے ستائے۔۔۔ اس بھانے ستا بھی لیں

ایک حصہ

سب فوراً ان کی طرف متوج ہو گئے

"لکھ کیا ہوا ایجاداں؟" فرزانہ ہٹکائی۔

"یہ اس کے پال نظر آ رہے ہیں۔ یہ دیکھو۔ ابطال ٹارے گا۔"

بال۔ بالکل ملے بال۔ انہوں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ "تن۔ نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

وہ سب اس کے بالوں کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے اس حتم کے "مارد بھی۔ یہ بھی کیا یاد رکھے گا۔"

بال اپنی زندگی میں پسلے بھی نہیں دیکھے تھے۔

"حیرت ہے۔۔۔ کمال ہے۔"

"اور کیا اس کا سراب بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔" ٹھوپ بارہے ہوں۔ بھی بھی وہ جہاں پر بھی ایک نظر ڈال لیتے

نہ پڑھتا۔

"ہاں! میں نے اس کی گرون دیوچ رکھی ہے۔"

"لیکا ہم بھی ذرا اس کے بغیر بالوں والے سر کو ٹھوک کر بکھری رہی سے باندھ ڈالا ان کا اس رسی کے بارے میں کہنا تھا کہ

لیں۔"

انہوں نے باری باری اس کے سر کو ٹھوکنا شروع کیا۔ جب وہ سکون کا سانس لے لے اور اطمینان سے بینے گئے

فاروق کی باری آئی تو اس نے ٹھوٹے کے بعد ایک چوتھی بھی روپیڈا کا "ارے۔۔۔ یہ کیا؟" ایسے میں شوکی کی بوکھلاتی ہوئی آواز

- ابطال چلا اٹھا۔

"ارے باب رے۔ یہ کیا کیا؟"

"حیرت زدہ ہے گے۔۔۔ کہاں تو اس شخص پر گولیاں اڑ نہیں کر سکتے۔۔۔ کہاں ہلکی سی چوتھ سے وہ چلا اٹھا تھا۔

"ایک ہلکی سی چوتھ ہی تو رسید کی ہے کہ خال اٹکل۔" فاروق

۔۔۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ ہم سب ایک ایک چوتھ رسید کرتے ہیں۔۔۔

۔۔۔

بال۔ بالکل ملے بال۔ انہوں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ "تن۔ نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

اب تو سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور گے ایک ایک ہاتھ

کرنے۔ ہر چوتھ پر وہ اس طرح جوختا رہا جیسے اسے بھل کے بھلکے

"اور کیا اس کا سراب بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔" ٹھوپ بارہے ہوں۔ بھی بھی وہ جہاں پر بھی ایک نظر ڈال لیتے

۔۔۔ شدید تکلیف میں جلتا تھا، اور اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

جب سب چوتھیں رسید کر کچکے تو منور علی خان نے ان دونوں کو اپنی

"لیکا ہم بھی ذرا اس کے بغیر بالوں والے سر کو ٹھوک کر بکھری رہی سے باندھ ڈالا ان کا اس رسی کے بارے میں کہنا تھا کہ

اس کو نہیں توڑ پاتے۔۔۔ جب دونوں کو باندھا جا چکا، اس

انہوں نے باری باری اس کے سر کو ٹھوکنا شروع کیا۔۔۔ جب وہ سکون کا سانس لے لے اور اطمینان سے بینے گئے

فاروق کی باری آئی تو اس نے ٹھوٹے کے بعد ایک چوتھی بھی روپیڈا کا "ارے۔۔۔ یہ کیا؟" ایسے میں شوکی کی بوکھلاتی ہوئی آواز

سائی دی۔

”کیا ہوا..... یہ ارے کمال سے تھک پڑا۔“

”مجھے بے چارے فی ایں ایم نظر نہیں آ رہے۔“

”اوہو اچھا..... واقعی۔ وہ تو ہمارے درمیان نہیں ہے۔“

بھی فی ایں ایم..... تم کمال ہو۔ آواز دو۔ جیسیں ہم یاد ہیں۔“ فاروق نے گنگائے کے انداز میں کہا۔

”حد ہو گئی۔ ہمارا ایک ساتھی کم ہے اور جیسیں ذہنی جھی ہے۔“

”کہیں کسی ضرورت کے تحت چلا کیا ہو گا۔“ محمد بولا۔

”یہاں کسی ضرورت کے پیش آنے کا کوئی امکان تو نہ آتا۔“

”میر جم پاگ کم ہو؟“ انپکڑ جشید نے ہاٹک لگائی۔

”ہوا کیا ہے۔ میں تو یہاں ہوں۔“ جم پاگ نے شبلہ مت پنا کر کہا۔

”تو پھر تم کیوں نہیں بتاتے۔ مجھی فی ایں کمال ہے۔“ جشید نے جھلا کر کہا۔

”اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتاتا۔ اور یہ آپ نے ان نام لیا۔ مجھی فی ایں۔ میرا خیال ہے۔ آج تک یہ نام کسی نہ لیا۔ ویسے یہ نام سنے میں بہت آتا ہے۔ لوگ عام طور پر جیسا

مجھی فی ایں کرتے رہتے ہیں۔ مولانا فرم اکر مجھے بتا دیں کہ مجھی فی ایں کے کتنے ہیں؟“ جم پاگ نے جلدی جلدی کہا۔

”حد ہو گئی یعنی کہ۔۔۔ ایں اپنے دوست کا خیال نہیں اور مجھی فی ایں کے پیچے پڑ گئے۔“

”مجھی فی ایں۔۔۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کو کتنے ہیں۔۔۔ لیکن تم کیسے جن ہو جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ مجھی فی ایں کمال چلا کیا۔“

”م۔۔۔ م۔۔۔ آپ لوگوں کی لڑائی میں اس قدر محو ہوا کہ دیکھے یہ نہ سکا۔“ وہ ہکلایا۔

”واقعی جن بھائی۔۔۔ اس میں تم سارا بھی کیا قصور۔۔۔ لڑائی تھی اسی بیجی و غریب اور خوناک۔“ فاروق نے منہ بنا لیا۔

”بلکہ ہوناک اور خطرناک بھی تھی۔۔۔ اور پہ نہیں کس کس لفڑی کے ساتھ ہاک لگتا ہے۔ ورنہ میں وہ بھی لگا رہتا۔“ لکھن مسکرا لیا۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ ہم بے کار کی یا توں میں الجھ گئے ہیں۔۔۔ ہمیں تو مل کر بے چارے فی ایں ایم کو تلاش کرنا چاہیے۔“ انپکڑ کامران مرزا بولے۔

”اوہ ہاں۔۔۔ بالکل صحیک۔“

انہوں نے اوہرا اور عر تلاش شروع کی۔ آخر ایک جگہ فی ایں ایم صاحب بے ہوش پڑے نظر آئے۔ ان کے سر سے خون برس رہا

”ہم اپنیں اپنے دفتر لے جائیں گے... وہاں اپنیں ٹھنڈوں میں
بن کے اور ان سے پوچھیں گے کہ ہمارے گھروں کے افراد کمال
نی؟“

چنانچہ ایسا کیا گیا۔ تمام لاٹکن اور ان دونوں کو لے دے
راہکوئت پہنچے۔ جمال اور ایقاظ کو امتحانی کرے میں لایا گیا۔ وہ

بیل اب ہوش میں تھے۔

”انپکڑ جشید۔ تم اس طرح ہمارے منہ سے کچھ نہیں اگلوں
نہیں گے۔“ - جمال بنا۔

”اچھا خوب... ویکھتے ہیں... اگر اس طرح کچھ نہ اگلوں کے تو اس
میں اگلوں نہیں گے۔“ - فاروق مکرا یا۔

انہیں ٹھنڈوں میں کسا گیا۔ اور بنی وہابے گئے۔ ان کی چیزیں
بندہونا شروع ہوئیں۔ ایسے میں جمال نے کہا۔

”یہ سب کچھ گنتے رہنا جشید۔ ہمارا بس چلا تو ہم جسیں اپنے
لگ گیا اور لمحک کریں گے آگیا۔ ساتھ ہی میرا سر پر چہرے سے گرا
گیا۔“

”ضرور کرانا۔ لیکن ہم چلاسیں گے نہیں تمہاری طرح۔“

انپکڑ جشید مکرا یا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم وہاں چلاو تک نہ۔ وہاں تو تمہارا
روکنکارا روکنکارا چلائے گا۔“

”ویکھا جائے گا۔ فی الحال تو تم اپنی بات کرو۔ ہمارے بیوی
کے ہیں۔“

تم۔

”ہمیں... یہ بیان بے ہوش پڑے کیا کر رہے ہیں؟“ فاروق
کے لیے میں حیرت تھی۔

”حد ہو گئی... کوئی بے ہوش پڑا کچھ کر بھی رہا ہوتا ہے۔“
آفتاب بجنا اخلا۔

”پتا نہیں.... تم بے ہوش ہو کر دکھاؤ۔ پھر دیکھ لیتے ہیں کہ
بے ہوش ہو کر کچھ کر پاتے ہو یا نہیں۔“ - آصف بنا۔

انہوں نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔
آخر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”کیا ہوا تھا بھی... خرتو تھی؟“ انپکڑ کامران مرزا نے اسے
کھوڑا۔

”تجھے تھے۔ وہ... پتا نہیں... کس کا ہاتھ کب میرے جسم پر
لگ گیا اور لمحک کریں گے آگیا۔ ساتھ ہی میرا سر پر چہرے سے گرا
گیا۔“

”اوہ۔ چلو شکر ہے۔ ہم تو سمجھے تھے کہ تمہاری گشادگی بھی
کوئی پکر لے ہوئے ہے۔ اچھا ہوا کہ معلم۔ بغیر چکر کے ہی نکل
آیا۔“

”سوال یہ ہے اب کیا کریں۔ وہ بڑے مجرم ہمارے قابو میں آ
گئے ہیں۔“

پچھوں کا پتا ہاتے ہو یا نہیں۔"

"سوال یعنی پیدا نہیں ہوتا۔"

انہوں نے دوسرے بٹن دہانے کا اشارہ کیا۔ دوسرے بٹن۔

"اور وہ کیا؟"

ای..... ان کے جسم مرتے چلے گئے۔ کمان کی طرح۔ جسم سڑھا۔ "آخر آپ ایک دوسرے کو پیغامات تو دیتے رہتے ہوں گے۔" ہو گئے۔ ابھال کا جسم تو خیر انسین نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس دوران آپ نے بات چیت نہیں کی؟"

"اس سے ہم نے کب انکار کیا ہے۔"

"تو پھر آپ کس طرح باشیں کرتے ہیں؟"

کو سلام۔" جمال نے بلند آواز منہ سے نکالی۔

"کیا مطلب۔ رانور کی ذہانت کو سلام۔ یہ رانور کی ذہانت۔" میری قیص کے کالر میں ایک انتہائی طاقتور زانیمیر لگا ہوا یہاں کماں نہک پڑی۔"

"ہمیں دراصل معلوم یعنی نہیں ہے کہ رانور نے انسین کلات کر لیتے ہیں۔" رکھا ہوا ہے۔ ہمیں صرف یہ بتایا تھا کہ وہ ایک الی جگہ ہے۔ "ان کی قیص اتار لیں۔" انکل جیشید نے کمرے کے

کی تفصیلات یہ اور یہ ہیں۔ اور بس۔ ہم جانتے ہی نہیں کہ رانور اس سے کہا۔

لے انسین کماں رکھا ہے۔ اور خود وہ کماں ہے۔" وہ ان کے نزدیک جاتے ڈرنے لگے۔ اگرچہ وہ شکنہوں میں کے

"بعضی جمال صاحب۔ انکا بڑا جھوٹ تو نہ ہو لیں۔"

"یہ جھوٹ نہیں۔ اس کیس کا اچھا راج بھی رانور کو بیلا۔" "ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہیں ہے۔" اس نے اشارہ میں ہم سے زیادہ ذہانت کی باتیں اشارہ کیں۔ ان کی لڑائی ہم سے ہے۔" انکل جیشید مکراتے

حکومت کو بتائی قیص۔ اس وقت یہ پتا چلا کہ رانور صرف جسم کا لیفیس اتار لی گیں۔ انسین جیل بھیج دیا گیا۔ دو بھترن ڈاکٹر چھڑاؤ نہیں ہے۔ ذہن کا بھی طوفان ہے۔"

"اگر یہ بات درست ہے۔ تو ہم اسے ملاش کر لیں گے۔" ان لگاتے رہتے۔ کہ وہ اپنے جسم میں بالکل طاقت محوسی نہ

پچھوں کا پتا ہاتے ہو یا نہیں۔" دیے ایک بات تو آپ دونوں دننا ہو گی۔"

کریں۔ ان کے فرار کو ٹھکن بنانے کا بس بھی ایک طریقہ تھا۔
وہ جو نبی تھیک ہوتے۔ ٹیل سے ٹکل جاتے۔ ڈاکٹروں اور جل
حکام کو ان کے بارے میں مکمل پرائیس دے دی گئی تھیں۔
اب وہ تجربہ گاہ میں آئے۔ پروفیسر داؤڈ نے ان قیضوں
ڑائزیر الگ کیے۔ ان کے ارد گرد اپنے آلات فصب کیے۔
آلات کا کٹکشنا ٹی وی سکرین سے لکھایا۔ اور اس کے بعد کہیں
انہوں نے ان میں سے ایک کا بین دیا۔ پہلے ہلکی سی نوں نوں ثرا
ہوئی۔ پھر ایک پاریک سی آواز گونجئے گے۔

”بیلو مسٹر راؤ۔ آپ سن رہے ہیں۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ لیکن یہ کیا۔ اس سیٹ پر تو آواز
اور صرف مسٹر جمال کی سنائی دے سکتی ہے۔“ راؤور کی حیرت میں
آواز سنائی وی۔

”بھی۔“

”یہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ ایسے ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں بھی ہمارے قبضے میں ہیں۔“

”اوہ۔ نہیں۔“ راؤور چلا یا۔

”آپ یقین کریں یا نہ کریں۔“

”ایک منٹ۔ پہلے میں اپنی طرف سے ان کے سینوں،“

کر کے رکھتا ہوں۔۔۔ اگر اس صورت میں بھی آوازیں آپ کی سنائی
رسی تو پھر ضرور ایسا ہی ہو گا۔“

”ضرور کریں۔“

”آپ یہ سیٹ بند کر دیں۔“

انہوں نے سیٹ بند کر دیے۔ جلد ہی جمال والے سیٹ پر
اثارہ موصول ہوا۔

”میں مسٹر راؤ۔ یہ میں ہوں آپ کا خادم جمشید۔“ وہ
سکرائے۔

”اوہ نہیں!!!!“ اس کے لمحے میں پھر حیرت در آئی۔

”آپ ہم آپ کو کس طرح یقین دلاتیں۔“

”خیو۔۔۔ میں یقین کے لیتا ہوں۔۔۔ آگے بات کریں۔“

”وہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آگے کیا بات ہے۔ اب ہمارے
بیوی پہنچ داپس کر دیں۔۔۔ صدر اثارج کے پہنچ ہم سے لے لیں اور
ساتھ میں اپنے دونوں ساتھی بھی۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیا خوب سودا نہ ہے۔۔۔“

اس پہنچ دے اس پہنچ لے۔۔۔

”نہیں۔۔۔ مجھے یہ سودا منکور نہیں۔۔۔ اثارج کا صدر کے، تب
بھی منکور نہیں۔“

”مکیا مطلب۔۔۔ یعنی آپ اثارج کے صدر کا حکم بھی مانتے سے
انکار کر دیں گے۔“

”ہاں! بالکل... میں اس وقت ایسی پوزیشن میں ہوں کہ انشارج
کے صدر کا حکم مانتے سے بھی انکار کر دوں۔“

”حد ہو گئی.... آخر وچہ؟“

”سو نے کا جہاز پسلے۔ باقی ہاتھ بعد میں۔“

”آخر سونے کے اس جہاز میں ایسی کیا بات ہے... انشارج کے
لئے سونے کے اس جہاز کی اس قدر اہمیت کیوں ہے؟“ اپنکے جشید نے
حیران ہو کر پوچھا۔

”بیس سونے کے جہاز کی اہمیت سونے کی وجہ سے ہے... ٹوں
کے حساب سے سوتا ہے اس میں... وہ اگر تم لوگوں کے پاس رہ گیا۔
تو تم اس کے ذریعے دنیا کے مالک سے نہ جانے کتنا اسلحہ خرید لو
گے... اور کئی بڑے ملکوں کو آنکھیں دکھانے لگا گے۔ بلکہ ہمیں
بھی... اور یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے... کہ ہماری حکومت ہمیں
آنکھیں دکھائے... ویسے تو ہم ساری زندگی آنکھیں دکھاتے رہتے
ہیں۔“

”ہماں... تو کیا یہ بات صرف آنکھیں دکھانے کی ہے... اپنا تو
پھر آپ لوگ آ جائیں کسی ون اور خوب پہنچ بھر کر آنکھیں دکھائیں
ہمیں... ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔“ فاروق نے جلدی جلدی
کہا۔

”یہ ضرور فاروق کی آواز ہے۔“ رانور ہے۔

”بالکل۔ آپ نے یہ بھی جان لیا۔“

”ہاں کیوں نہیں... میں اگر چاہوں تو اس سیٹ پر آپ لوگوں

کی تصاویر تک دیکھ سکتا ہوں۔“

”دیکھ لیں۔ ہمیں کیا اعتراض ہے۔“ آصف نے جلدی سے

ہمیں سمجھ گیا۔“ رانور بولا۔

”آپ کیا سمجھ گئے۔ کچھ ہمیں بھی سمجھائیں... ویسے بھی بت

لنا ہو گئے کچھ بھی سمجھے ہوئے۔“ آنکھ نے جلدی جلدی کہا۔

”تم لوگوں کی یہ ہاتھیں مجھے بت اچھی لگتی ہیں... جی چاہتا ہے

جلدی دنیا کے جھیلوں سے کٹ کر۔ تم لوگوں کے پاس بیٹھ جاؤں...“

ور تماری ہاتھیں ساکروں۔“

”اڑے تو آ جائیں نا۔... روکا کس نے ہے۔ ہم تو آپ کو

ہاتھیں گے، ایسی ہاتھیں کہ چودہ طبق روش ہو جائیں گے۔“ مکھن بولا۔

”اوہ... کیا اوٹ پنائگ ہاتھیں شروع کر دیں تم نے۔ کام کی

ات ور میان میں رہ گئی۔“ خان رحمان جلا اٹھے۔ دوسرے مکرانے

خیر نہ رہ سکتے۔ کیونکہ عام حالات میں انہیں بہت زیادہ ان کی ہاتھیں

بڑھیں۔ لیکن اس وقت چونکہ ملکہ تھا۔ ان کے بیوی بچوں کا...“

اس نے وہ جلا اٹھے تھے

”اوہ معاف سمجھے گا بالکل.... بالکل راثور۔“ پسلے آپ ان حضرات

سے کام کی باتیں کر لیں۔ پھر ہم آپ سے باتیں کریں گے۔"

"غور کیوں نہیں۔ ہاں تو پو فیر صاحب۔ آپ ان کا۔"

"اوکے جیسے آپ کی مرضی۔"

کے ذریعے مجھ تک آتے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے ان کا اکٹھو کے گرد اپنے آلات نصب کیے ہیں۔ اور فی وی سکریوں کا سکٹھن اور انہوں نے سیٹ آف کر دیے۔ اب رائور نہ ان کی گھنگھو سے جوڑا ہے۔ لیکن آپ اس طرح میرا سراغ خیں لگا سکیں گے۔ ان سکتا تھا اور نہ انہیں دیکھ سکتا تھا۔

"چلنے پھر آپ خود ہی ہتا دیں۔ کہ آپ کہاں ہیں۔ ہم آپ نے ان سکریوں پر ابھرنے والی لکیوں سے کیا اندازہ کو خوب جی بھر کر باتیں سنائیں گے۔"

"تو پھر شرط ایک ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"صرف تم لوگ آئے۔ بڑی پارٹی نہ آئے۔ بڑی پارٹی کے۔" "خیں۔ پھر ہم ان کے ذریعے ہی وہاں تک پہنچیں گے۔" اسکر پر تو ہر وقت کام کا بہوت سوار رہتا ہے۔"

"چلنے تھیک ہے۔ صرف ہم آ جاتے ہیں۔ یہ نہیں آئیں۔" "لگکے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اور آپ لوگ ہمارا سراغ نہ لگا سکیں۔"

"میں تمام راستا تم لوگوں کو ان آلات کے ذریعے ویکھتا رہا۔" "آخر ایسا کیوں نکر ہو گا۔" آصف جیلا اٹھا۔

گا۔ تم یہ دنوں آئے ساتھ لاؤ گے۔ یہ بھی شرط ہے۔" "کیوں۔ ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" آتا بے آپ کی یہ شرط بھی منکور ہے۔ محمود نے پرہوش اندازہ نہ سے کہا۔

"بھی یہ بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال ہمیں وہ کہا ہے۔ جو کہے کہا ہے۔"

"تو پھر آ جاؤ۔"

"لیکن کس طرف آ جائیں۔"

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ تم اپنیں ساتھ لے بغیر بس آ

"غور کیوں نہیں۔ ہاں تو پو فیر صاحب۔ آپ ان کا۔"

"اوکے جیسے آپ کی مرضی۔"

اور انہوں نے سیٹ آف کر دیے۔ اب رائور نہ ان کی گھنگھو سے جوڑا ہے۔ لیکن آپ اس طرح میرا سراغ خیں لگا سکیں گے۔ ان سکتا تھا اور نہ انہیں دیکھ سکتا تھا۔

"چلنے پھر آپ خود ہی ہتا دیں۔ کہ آپ کہاں ہیں۔ ہم آپ نے ان سکریوں پر ابھرنے والی لکیوں سے کیا اندازہ کو خوب جی بھر کر باتیں سنائیں گے۔"

"تو پھر شرط ایک ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"صرف تم لوگ آئے۔ بڑی پارٹی نہ آئے۔ بڑی پارٹی کے۔" "خیں۔ پھر ہم ان کے ذریعے ہی وہاں تک پہنچیں گے۔" اسکر پر تو ہر وقت کام کا بہوت سوار رہتا ہے۔"

"چلنے تھیک ہے۔ صرف ہم آ جاتے ہیں۔ یہ نہیں آئیں۔" "لگکے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اور آپ لوگ ہمارا سراغ نہ لگا سکیں۔"

"میں تمام راستا تم لوگوں کو ان آلات کے ذریعے ویکھتا رہا۔" "آخر ایسا کیوں نکر ہو گا۔" آصف جیلا اٹھا۔

گا۔ تم یہ دنوں آئے ساتھ لاؤ گے۔ یہ بھی شرط ہے۔" "کیوں۔ ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔" آتا بے آپ کی یہ شرط بھی منکور ہے۔ محمود نے پرہوش اندازہ نہ سے کہا۔

"بھی یہ بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال ہمیں وہ کہا ہے۔ جو کہے کہا ہے۔"

"تو پھر آ جاؤ۔"

"لیکن کس طرف آ جائیں۔"

"جس طرف جی چاہے چلے جائے ساتھ میں یہ آلات
جاوے۔ کچھ دور جا کر اس سے سست پوچھتا۔ وہ سست چتائے گا۔
بس۔"

پھر کام کان

"آپ لوگ کیا کریں گے؟"

"یہ تم ہم پر چھوڑ دے۔ تم اپنا کام کرتے جاؤ۔ انہوں نے
خیز اداز میں کہا۔
میں ٹھیک کر رہا ہوں۔ اس نے تم لوگوں کی باتیں سننے کے
لئے بیانیا۔ اپکن جشید کی آواز گوئی۔

"تو ہم بھی اسے باتیں سننے کے لئے نہیں جا رہے۔"

"تو پھر کیا کرنے جا رہے ہو؟" اپکن جشید مکارے
لیں۔ اور یالی لوگوں کے ساتھ تم لوگوں سے بھی باختہ دھو بیٹھیں۔
"تھاکر آپ لوگ ہمارا سراغ لگاتے ہوئے اس جگہ تک پہنچ
صرف باتیں سننے کے لئے ہی بیان رہا ہے۔"

"اور کیا راثور اتنا ہی سیدھا ہے؟"

"اس بھول میں نہ رہتا۔ یہ اس کے پوکرام کا ایک حصہ۔" نہیں۔ وہ بہت شیز ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ
اس کے شیز ہونے کی وجہ سے اس کے مقابلہ پر نہ لٹکیں۔

"وہ بڑی طرح پھوٹے۔ ان کی نظریں ان کے پھرے پر جم گئیں۔" یہ میں نے تھیں کہا۔ میرا مطلب ہے۔ کیا وہ اتنا ہی سیدھا
بے کر تھیں وہاں بیان لے گا۔ جہاں ہمارے گروں کے افراد کو رکھا گیا
ہے۔"

"تب پھر وہ ہمیں کہاں ہلاکے گا؟"

"اس جگہ کے علاوہ کمیں اور۔"

"تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دہاں راثور تو موجود ہو گا۔"

"تو کیا ہم اس سے معلوم کر سکیں گے کہ ہمارے گھروں بھٹ نے منہ بنایا۔

افراد کمال ہیں؟"

"معلوم تو ہم ان دو سے بھی نہیں کر سکے۔"

"تب پھر۔ آخر تم کیا سوچ کر جا رہے ہو۔" اسکے بعد جیشید

منہ بنایا۔

"یہ آپ تباہیں ناکہ ہمیں کیا سوچ کر جانا چاہیے۔"

"میں خود نہیں جانتا۔" وہ بولے

"پھر ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"تو اور کیا کروں۔ تم یہ بتاؤ۔"

"تو یہ بھی ہم یہ بتائیں کہ آپ کیا کریں۔"

"ہاں اور کیا۔ مقابلہ راثور سے ہے۔ جس کو جیاں اور الہا

سے زیادہ لذیت اٹھا رجے نے دے دی ہے۔"

"تب پھر پلے بیٹھ کر سب سوچتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اپنا ملب تھے اور وہ سب پڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا قلم رک

شوون کریں گے۔"

"ہاں یہ تھیک ہے۔"

"اوہ سب جوڑ کر بینہ گئے۔ ہر کوئی سوچ رہا تھا۔" اسی سر آن کیے اور راثور سے رابطہ کیا۔

فرزانہ بولی۔
"رکھ اُنہوں ہم آگے ہیں۔" عمود چکا۔

"ہمیں جانا ہی ہو گا۔ اور ہمارے پاس کوئی راستا نہیں۔"

"یہ تو ملتے ہے۔ لیکن جا کر کیا کرنا ہے۔ سوچتا تو یہ ہے۔"

"یہ دہاں جا کر سوچ لیں گے۔" آنکھ نے کہا۔

"کیا دہاں راثور سوچنے کا موقع دے دے گا۔"

"مشکل ہے۔" شوکی بولا۔

"تب پھر ہمیں سوچنا بہتر ہو گا۔"

"اس مشکل کا حل میں تباہیا ہوں۔" پروفیسر داؤڈ مکراع۔

"اس سے بہتریات اور کیا ہو گی۔ چلنے تائیے پر۔"

"میں ایسے نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ آج کل

کے کان ہی نہیں آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ پہلے زمانے میں صرف

نہ ہوتے تھے۔ لیکن وہ زمانے لد گئے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ لکھ کر بتاؤ۔"

اور پھر پروفیسر داؤڈ کا لفڑ قلم لے کر لکھنے پر جبت کھٹ کھٹ دے لکھ

"تب پھر پلے بیٹھ کر سب سوچتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اپنا ملب تھے اور وہ سب پڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا قلم رک

شوون کریں گے۔"

"ہاں یہ تھیک ہے۔"

"اوہ سب جوڑ کر بینہ گئے۔ ہر کوئی سوچ رہا تھا۔" اسی سر آن کیے اور راثور سے رابطہ کیا۔

فرزانہ بولی۔

"میں جاتا ہوں"۔

"ارے اچھا... کمال ہے... تو پھر ہم کس طرف آئیں"۔
"انقاٽ سے تم خودی درست سوت میں آگئے ہو"۔ راتورہ
ست معلوم کر سکتے تھے... وہ بھی میرے ایک آدمی نے محمود کی جیب
سے نکال لیا تھا"۔
"اچھا... تب تو مرا آگیا"۔

"ارے مگر... تم نے میرا نام کیا لیا تھا۔ رکھل انور"۔ ان
نک اپنی جیب میں عحسوس کر رہا ہوں"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔
"وہ دراصل... ر اور الف آپس میں جگہیں بدل گئے"۔
اس کی جگہ ایک دوسرا آگہ رکھ دیا تھا... مگر تم کو یہ تبدیلی عحسوس نہ
بوکھلا اٹھا۔

"یہ خود جگہیں بدل گئے یا تم نے ان کی جگہیں بدل دیں؟"۔
رانور نے جھلا کر کہا۔

"جی بس... کیا بتاؤں... کبھی کبھی سوچے سمجھے بغیر ایسا ہوا"۔ ساتھی نہیں بخچ سکیں گے"۔ محمود گھبرا گیا۔
"اور بھتی فرزان۔ تمہیں پروفیسر صاحب نے جو سیاہ رنگ کے
ہے"۔
"اچھا خیر۔ معاف کیا۔ اب تم لوگوں کو پیدل آتا پڑے گی۔ سیال کی ایک شیشی دی تھی۔ اس میں سے تم ایک ایک قطروں جو پکائی
سیدھے چلے آؤ۔ اور کی طرفت۔ پہاڑ کی چوٹی دیکھ رہے ہو گا"۔
"ویکھ تو نہیں رہے۔ آپ کہتے ہیں تو دیکھ لیتے ہیں"۔
"ہا۔ اب اسکرچ جشید ان گز حسن کے ذریعے مجھے تک نہیں بخچ سکیں
نے منہ بنایا۔

"بھتی قابوں۔ تم جو راستے میں پاؤڑ چھڑکتے آئے ہو گا۔
ساتھ ساتھ صاف کروا دیا گیا ہے"۔
"ہاں! میں نے پروفیسر داؤ کے تمام الفاظ پڑھ لیے تھے... جو
انہوں نے کافنڈ پر لکھے تھے"۔
"ہائیں۔ یہ آپ نے کیا کیا۔ اب ہمارے بڑے ساتھی ہمارا

کس طرف آئیں گے"۔

"اور پروفیسر داؤ نے محمود کو جو آگہ دیا تھا۔ جس کی مدد سے وہ
انقاٽ سے تم خودی درست سوت میں آگئے ہو"۔ راتورہ
سے نکال لیا تھا"۔

"لیکن کیسے؟"

"میں جہاں موجود ہوں..... وہاں بیٹھے بیٹھے الگی ہر چیز دیکھ سکتا ہوں..... پروفیسر داؤڈ کی تجربہ گاہ میں خفیہ کیمرے میرے آدمی نصب کر لیں آئکے تھے۔ چھٹی پر انسیں پتوں کی ہی عمارت نظر آئی۔ آواز میں بینہ کر پروفیسر داؤڈ نے وہ بدایت نامہ لکھا تھا۔"

"تن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ چلا گئے۔

"مطلوب یہ کہ بڑی پارٹی کے اس جگہ چنچتے کا خواب نہ دیکھ اور مجھے صرف اتنا ہادو کہ سونے کا جہاز کہا ہے۔"

"یہ بتا کر ہمیں کیا طے گا؟"

"ربائی..... اور تمہارے گھر کے دوسراے افراد کی بھی رہائی میں چھپیں"۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"کیا کریں گے الگی رہائی کو... جس میں سونے کا جہاز ہاتھ سے چلا جائے"۔ فاروق نے پراسامنہ پہنچا۔

"بھنی زندگی سونے کے جہاز سے زیادہ قیمتی ہے۔"

"لیکن دین، ملک اور قوم کی عنزت اس سے کیسی زیادہ قیمتی ہے؟"

"ہاں! یہ تو ہے.... اب تم آ گئے ہو.... ملاقات بھی ہوں چاہئے"۔ رانور ہنسا۔

"کیوں نہیں۔ ملاقات کر کے خوشی ہو گی"۔ محمود بولا۔

"تو پھر جوئی تک چلے آؤ۔"

اور پھر وہ اپر چڑھتے چلے گے۔ ان کے دل بیٹھے جا رہے تھے۔ اگر رانور کا بیان درست تھا، تب تو واقعی ان کے ساتھی ان تک پہنچے ہیں۔ ایک کیمرا اس کمرے کی چھت کے درمیان بھی تھا۔ جسیں آئکے تھے۔ چھٹی پر انسیں پتوں کی ہی عمارت نظر آئی۔ آواز اسی عمارت سے آری تھی۔ نزدیک پہنچتے پر وہ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میرے نئے سمنان اندر آئکے ہیں۔ اور آتے ہی آپ لوگ ان شاء اللہ حیرت سے دوچار ہوں گے۔"

"آپ کتے ہیں تو ہو جائیں گے دوچار۔ بلکہ ہم تو چار آٹھ ہنے کو بھی تیار ہیں"۔ آفتاب نے شوخ آواز میں کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے تم لوگوں کو میرے بیٹھنے میں آئے اکوئی غم نہیں ہے۔"

"کیا کریں گے غم کر کے۔ آج کل تو غم الٹا ہمیں کرتا ہے۔" ہنن نے جمل کر کہا۔

"بہت بڑے بھنے جا رہے ہو۔ کتنے ہو تو بڑی پارٹی کو بھی بلوا پہنچے ہیں"۔

"اے۔ کیا واقعی؟"

"ہاں! اگر تم زیادہ پریشان ہو تو ایسا کروں گا۔ میں تم لوگوں اپریشان نہیں دیکھ سکتا۔"

"حیرت ہے۔ یہ فرانخ ہل آپ میں کب سے پیدا ہو گئی ہے،"

”بھی میں یہاں کمل۔ آپ لوگ مجھ تک اتنی آسمانی سے تو
تک پہنچ سکتے ہا۔“

اس وقت تک وہ عمارت کے دروازے پر پہنچ چکے تھے ”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ اس مکان میں نہیں ہیں۔“
دروازہ خود بخوبی کھلا اور وہ سوچے کہتے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ رہنماؤ دھک سے نہ گیا۔
میں نے کہا تھا تا۔ اندر داخل ہونے پر آپ کو حیرت ہو
انہوں نے پلٹ کر دروازہ کو روکھا۔ وہ بھی پتھر کا بنا ہوا تھا اسی۔“

اس میں کوئی پہنچ و فیروز نہیں تھی۔ ”ٹھے مان لیا۔ بہت حیران ہو رہے ہیں ہم۔ اور بھی اگر آپ
”دروازے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ آپ سے نہیں کھلے گو ہاں تو ہم حیران ہو کر دکھائے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ کیا کیا۔ ہم
چاہیں تو نذر لگا کر دیکھ لیں۔“

”بھی ہم اپنا نور خرچ کرنے کے موڑ میں نہیں ہیں۔“ ”ملاقات ابھی دور ہے۔ جب تک سوتے گا جماز بھٹے والیں
ہمارے پاس قاتو نور ہے۔“ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

راہور کی بھی سنائی۔ اب وہ آگے بڑھے۔ انہیں پہنچے نہیں ہو سکے گی۔ اور نہ اپنے باقی ساتھیوں سے۔“
ایک برا آدمہ عبور کرنا پڑا۔ اگے اس تھا اور ہم کے بالکل بارے ”کویا ہم پتھر کے اس مکان میں قیدی ہیں۔“ شوکی کی پرسکون
ایک کرے کا دروازہ تھا۔ داہیں طرف بھی دو کرے تھے۔ آواز سنائی دی۔

”اب یہ آپ کا مکان ہے۔ آپ اس میں آزادانہ رہیں۔“ ”بالکل یعنی بات ہے۔ اب آرام کریں۔“ ہاں ایک سووا ہو
خیک خواراک کے ڈبے آپ کو یہاں بہت مل جائیں گے۔ آپ لولکت اہے۔ یہ کہ آپ کے بیٹے ساتھی ہمارے صدر کے بیوی بچے
اس سے باہر جانے کی سرتوں کو شش کر کے دیکھ لیں۔ نہیں جائیں لہادیں۔ میں آپ لوگوں کو جانتے وہیں گا۔“

”میرا خیال ہے۔ ہمارے بیٹے ساتھی یہ شرط محفوظ نہیں
کریں گے۔“

”بپ پلے تو ایسے نہیں تھے۔“

”مسڑجہال کی محبت میں ہو گئی۔“

اس وقت تک وہ عمارت کے دروازے پر پہنچ چکے تھے ”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ اس مکان میں نہیں ہیں۔“
دروازہ خود بخوبی کھلا اور وہ سوچے کہتے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ رہنماؤ دھک سے نہ گیا۔

انہوں نے پلٹ کر دروازہ کو روکھا۔ وہ بھی پتھر کا بنا ہوا تھا اسی۔“

اس میں کوئی پہنچ و فیروز نہیں تھی۔

”دروازے کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ آپ سے نہیں کھلے گو ہاں تو ہم حیران ہو کر دکھائے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ کیا کیا۔ ہم
چاہیں تو نذر لگا کر دیکھ لیں۔“

”بھی ہم اپنا نور خرچ کرنے کے موڑ میں نہیں ہیں۔“ ”ملاقات ابھی دور ہے۔ جب تک سوتے گا جماز بھٹے والیں
ہمارے پاس قاتو نور ہے۔“ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

راہور کی بھی سنائی۔ اب وہ آگے بڑھے۔ انہیں پہنچے نہیں ہو سکے گی۔ اور نہ اپنے باقی ساتھیوں سے۔“
ایک برا آدمہ عبور کرنا پڑا۔ اگے اس تھا اور ہم کے بالکل بارے ”کویا ہم پتھر کے اس مکان میں قیدی ہیں۔“ شوکی کی پرسکون
ایک کرے کا دروازہ تھا۔ داہیں طرف بھی دو کرے تھے۔ آواز سنائی دی۔

”اب یہ آپ کا مکان ہے۔ آپ اس میں آزادانہ رہیں۔“ ”بالکل یعنی بات ہے۔ اب آرام کریں۔“ ہاں ایک سووا ہو
خیک خواراک کے ڈبے آپ کو یہاں بہت مل جائیں گے۔ آپ لولکت اہے۔ یہ کہ آپ کے بیٹے ساتھی ہمارے صدر کے بیوی بچے
اس سے باہر جانے کی سرتوں کو شش کر کے دیکھ لیں۔ نہیں جائیں لہادیں۔ میں آپ لوگوں کو جانتے وہیں گا۔“

”لیکن آپ کمال ہیں؟“

”تب آپ کو یہیں رہتا ہو گا۔“

”اوہ... خیر کوئی بات نہیں۔ رہ لیں گے۔“

”میں ذرا آپ کے ساتھیوں کو اس صورت حال کی خبر کر برت نہیں ہوتی۔“

”وہ... شاید وہ میری شرط مان لیں۔“

”ضرور۔ لیکن کیا ہم بھی آپ کے درمیان ہونے والی حکم کئے ہیں... بشرطیک آپ صدر صاحب کے یہودی پچھوڑیں۔“

”فی الحال ہم ان کی کمی محوس نہیں کر رہے۔ بلکہ انہیں الگ سن سکتے ہیں۔“

”اگر میں چاہوں تو۔“

”تو آپ چاہ لیں نا۔ پلین۔“ آقاب نے کہا۔

”اچھی بات ہے۔ سن پھر۔“

اس کے بعد نوں نوں کی آواز سنائی دی۔ آخر انپکڑ جشید کے۔

آواز سنائی دی۔

”ہاں مسٹر رانور کیا رہا۔“ انپکڑ جشید کی آواز سنائی دی۔ آپ ہمارے تمام ساتھی چھوڑیں گے۔ مگر کے افراد چھوڑیں۔۔۔ ہم

”آپ کے پیچے مجھ تک پہنچ گئے۔ بہت تیر ہیں۔۔۔ بہت آملا امر سے آپ کے لوگ فارغ کر دیں گے۔ پھر آپ ہوں گے۔۔۔ ہم سے یہاں تک آگئے۔“

”مگریں۔۔۔ آپ آپ کیا کہتے ہیں؟“

”جمال یہ ہیں۔۔۔ وہاں آپ نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے کہم گے تو ہم بھی کریں گے۔“

”نے تمام وہ نشانات مٹا دیے ہیں۔۔۔ جوان لوگوں نے بنائے تھے۔“

”مشکل تو ہی ہے۔۔۔ ہمارے صدر کو اپنے یہودی پچھوڑ کی کوئی آپ نے تھیک کیا۔۔۔ کی امید بھی تھی۔“ انپکڑ جشید نہیں ہے۔“

”تو پھر تھیک ہے۔۔۔ رہنے دیں یو نہیں معاملہ۔“

سکرائے

”کیا مطلب۔۔۔ آپ کو میری بات من کر جیت نہیں ہوتی۔“

”نہیں۔۔۔ جس بات کی پہنچ ہی امید ہو۔۔۔ اس بات کو من کر

”پہنچ نہیں ہوتی ہو گی۔“

”پہنچ نہیں ہوتی ہو گی۔“

”بشرطیک آپ صدر صاحب کے یہودی پچھوڑیں۔“

”فی الحال ہم ان کی کمی محوس نہیں کر رہے۔ بلکہ انہیں الگ

”رکے خوشی محوس ہو رہی ہے۔۔۔ کم ازاں کم ان کی سریں دبو کر دینے

”والی باتوں سے تو پچھوڑی کے لئے نجات مل گئی۔“

”چیزیں آپ کی مرضی۔۔۔ مطلب یہ کہ آپ چادول نہیں کریں

”اس کے بعد نوں نوں کی آواز سنائی دی۔۔۔ آخر انپکڑ جشید کے۔“

”نہیں۔۔۔ چادول تمام ساتھیوں کے بدلتے میں ہو سکتا ہے۔۔۔ یعنی

”آپ ہمارے تمام ساتھی چھوڑیں گے۔۔۔“

”مگر کے افراد چھوڑیں گے۔۔۔“

”آپ کے پیچے مجھ تک پہنچ گئے۔۔۔“

”بہت تیر ہیں۔۔۔“

”بہت آملا امر سے آپ کے لوگ فارغ کر دیں گے۔۔۔“

”پھر آپ ہوں گے۔۔۔“

”آپ کے پیچے مجھ تک پہنچ گئے۔۔۔“

”آپ کے افراد چھوڑ دیں گے۔۔۔“

”آپ کے افراد چھوڑ دیں گے۔۔۔“

”آپ کے افراد چھوڑ دیں گے۔۔۔“